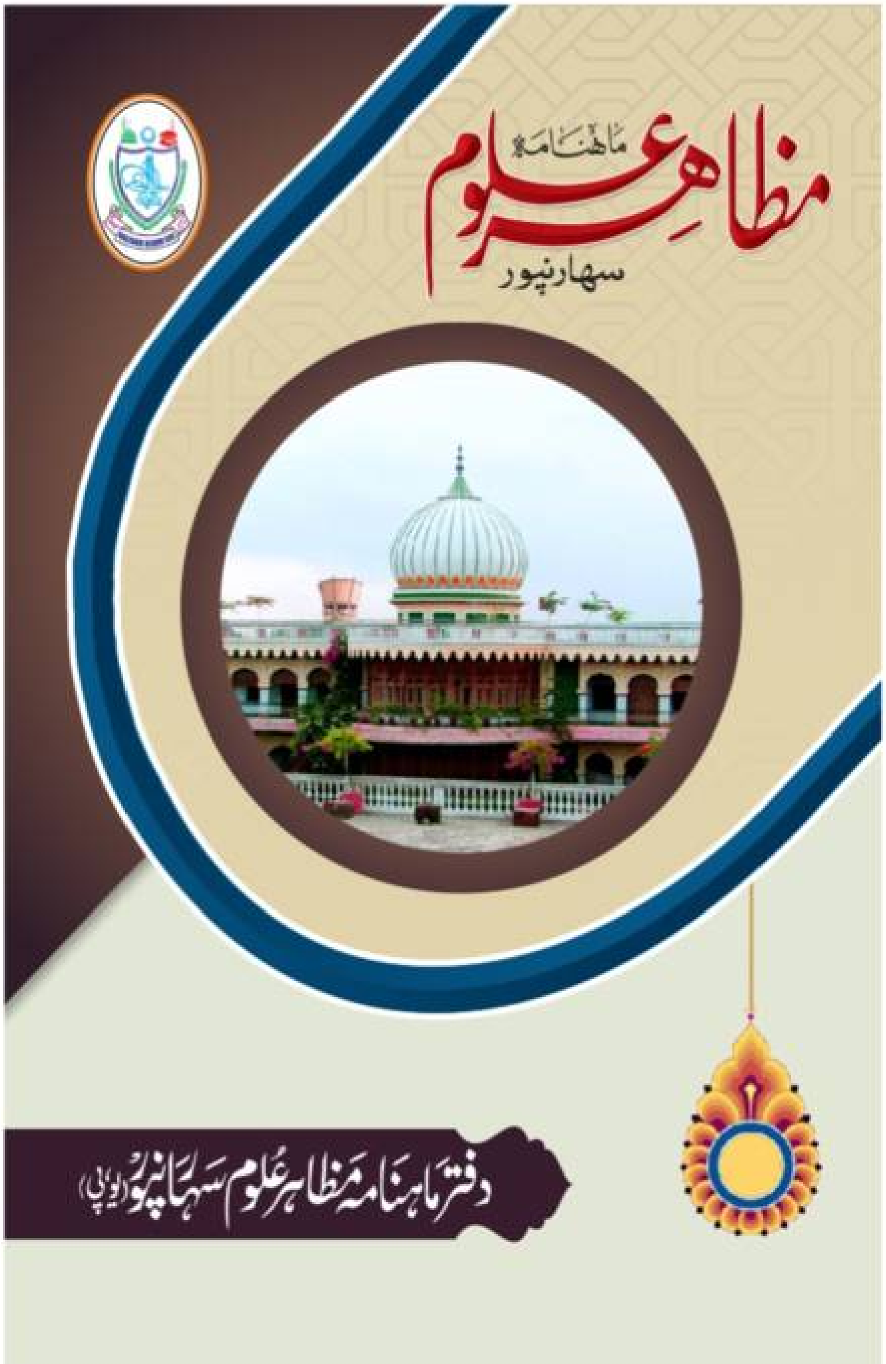

ماہنامہ
مظاہر علوم
سہارنپور
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد ۲۴ نمبر | شعبان ورمضان ۱۴۳۹ھ / مئی ۲۰۱۸ء | شمارہ ۲ نمبر

سرپرست

حضرت الحاج مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ

مدیر مسئول

حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مدظلہ ناظم جامعہ

نگران

حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہ امین عام جامعہ

مدیر تحریر

مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

مجلس ادارت

- مولانا محمد ساجد حسن صاحب مظاہری
- مولانا محمد خالد سعید صاحب اعظمی
- مولانا مفتی شعیب احمد صاحب بستوی
- مولانا مفتی بشیر احمد صاحب سہارنپوری

زرتعاون

فی شمارہ	۱۵/روپے
سالانہ زرتعاون	۱۵۰/روپے
بیرون ملک سالانہ	۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM URDU MONTHLY MAGAZINE
SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA
Ph: 0132-2655542
Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالۂ ڈاک کردیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

روح کو سنوارنے کی ضرورت ہے

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

آج یہ عام شکایت ہے کہ اطمینان قلب حاصل نہیں رہا، ذہنی انتشار بہت ہے، طرح طرح کی الجھنیں اور پریشانیاں زندگی کو اجیرن بنائے ہوئے ہیں، ہر آدمی مختلف مسائل میں الجھا ہوا ہے اور انواع واقسام کی پریشانیوں میں مبتلا ہے، دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی وجہ سے ''پریشانی'' اور ''ذہنی دباؤ'' میں ضرور مبتلا ہوتا ہے، میڈیکل سائنس کیونکہ صرف نظر آنے والی چیزوں کو قابلِ علاج سمجھتی ہے اس لیے اس کے نزدیک اس کا واحد علاج نیند کی گولیاں یا زیادہ نہ سوچنا ہے، انسان نے اپنا غم غلط کرنے کے لیے ''پریشانی'' اور ''ذہنی دباؤ'' سے نجات کے لیے مختلف شیطانی کاموں کا سہارا لینا شروع کیا ہے لیکن خوشی پھر بھی میسر نہیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خوشی اور زندگی کے سکون کا تعلق اُن کاموں اور گناہوں میں بالکل نہیں ہے۔

سکون اور دل کا اطمینان ایک نعمت خداوندی ہے اس کے حصول کے لئے حکیم مطلق خالق کائنات نے انسانیت کو جو نسخۂ کیمیا عطا فرمایا ہے اس میں واضح طور سے موجود ہے :اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے، یعنی اطمینان قلب اور زندگی میں سکون صرف اللہ سے تعلق اور اس کی یاد سے ہی حاصل ہوگا، اور اللہ سے تعلق اسی وقت استوار ہوگا جب انسان کی روح آسودہ ہوگی، اس کو اس کی حقیقی غذا ملتی رہے گی، روح کیونکہ آسمان سے آئی ہے اس لیے اس کی خوراک بھی آسمان سے ہی ملے گی، ہماری روح زندگی بھر اپنے اصل کی طرف پلٹنے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے تڑپتی رہتی ہے اور ہمیں اسے آئی فون، اینڈرائیڈ اور نئی نئی گاڑیوں سے بہلاتے رہتے ہیں، ہم اسے ریسٹورینٹس میں جا جا کر

ٹہلاتے رہتے ہیں، ہمیں لگتا ہے کہ ہر وقت پارٹیز میں رہنا، دوستوں سے گپے لگاتے رہنا اور تیز آواز پر ڈانس کرنے سے ہمیں سکون ملے گا یا پھر دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنا اسٹیٹس بڑھاتے رہنا یا ساری زندگی دوسروں کی خوشی پر کڑھتے رہنا اس سے روح کو آسودگی ملے گی اور یہ آپ کو ذہنی دباؤ سے نجات دے دیں گے۔

جب کبھی کہیں ہم اکیلے میں ہوتے ہیں، روح پھر بے چین ہوجاتی ہے، ہم اس کو کبھی ''پریشانی اور کبھی ''ذہنی دباؤ'' کا نام دے دیتے ہیں، ہم نیند کی گولیاں کھا کھا کر اپنے ضمیر کو سلاتے ہیں لیکن وہ پھر جاگ جاتا ہے، کیونکہ اس کو بھی غذا کی ضرورت ہے اور اس کی غذا آسمان سے آئی ہے اس کو وہی ملے گی تو اس کو خوشی، اطمینان اور سکون نصیب ہوگا۔

ابھی حال ہی میں دنیا کے پر آسائش اور رہنے کے قابل شہروں کی فہرست شائع ہوئی ہے اور جاپان کا ٹوکیو اس میں سرفہرست ہے، آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ جاپان میں خودکُشی کی شرح سب سے زیادہ ہے، ۲۰۱۷ء میں جاپان میں وہاں کی آبادی کے تناسب روزانہ تقریباً ۸۲ آدمیوں کے خودکُشی کا اوسط بتایا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کی زندگیوں میں معاشی انقلاب سے کہیں زیادہ روحانی انقلاب کی ضرورت ہے۔

یہ نظام قدرت ہے کہ اللہ رب العزت ہمیشہ انسانوں کے اعمال وکردار کی بنیاد پر ان کی ترقی وتنزلی کا فیصلہ فرماتے ہیں، آرام وسکون اور قلبی اطمینان اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان اچھے اعمال وکردار کا حامل بن کر اپنی روح کو اس کی حقیقی غذا فراہم کرتا ہے اور اعمالِ خیر کا خوگر بن جاتا ہے اور اسی کے مطابق اپنی زندگی گزارتا ہے، بے چینی، ذہنی انتشار اور قلبی بے اطمینانی انسان کا اس وقت مقدر بن جاتی ہیں جب وہ خدا تعالی کے مقرر کردہ اصول وضوابط اور ضابطۂ حیات سے ہٹ کر زندگی کی دوڑ میں شامل ہوتا ہے۔

آج ہم نے اپنے اعمال وکردار کو منشائے خداوندی کے خلاف کرلیا ہے، دنیا کی حرص

وہوس میں ہم نے نظامِ خداوندی کو پسِ پشت ڈال دیا ہے، خدائی اصولوں کے بجائے دشمنانِ اسلام کے متعین کردہ ترقی وتنزلی کے معیار کو درست اور صحیح سمجھ لیا ہے اور اسی کو اپنانے کی فکر اور لگن میں رات دن منہمک اور مشغول ومصروف ہو گئے ہیں، آج اکثر کی زندگیاں دینی امور کی بجا آوری کے بجائے غیر شرعی اور غیر دینی امور میں مصروف دکھائی دیتی ہیں۔

برکتوں اور سعادتوں سے بھرپور مہینہ ''رمضان'' کی آمد آمد ہے، تقوی اور طہارت کے حصول کے بہترین ایام آنے والے ہیں، اس لئے موقع ہے کہ اس ماہ مبارک میں روح کو بالیدگی اور اس کو غذا فراہم کی جائے۔

اسلام کی ہر عبادت انسانی فطرت کے عین مطابق اور انسان کے جسمانی وروحانی وجود کے لیے مفید اور نفع بخش ہے کیونکہ انسان جسم و روح کا مجموعہ ہے ان دونوں کے اتصال سے انسان وجود میں آتا ہے محض جسم کو انسان نہیں کہیں گے اور صرف روح سے انسان کا تصور محال ہے لیکن روح اصل ہے اور جسم اس کے لیے ظرف ہے، لہٰذا عبادات کا بنیادی مقصد تو روح کی اصلاح اور اس کو فطرت پر قائم رکھنا ہے، لیکن جب روح میں طہارت و لطافت پیدا ہوگی اور وہ ملکوتی صفات سے آراستہ ہوگی تو اس کے اثرات جسم پر یقینی طور سے پڑیں گے، اگر کسی عمل کا اثر جسم پر مرتب ہوتا ہے تو ضروری نہیں کہ روح بھی اس سے مستفید ہو اور اس عمل کا روحانی نفع حاصل ہو، اس نفع کی حصولیابی کے لیے نیت واخلاص کی شرط لگائی گئی ہے کہ جب کوئی عمل یا عبادت محض اللہ کی رضا وخوشنودی کے جذبہ سے کیا جائے گا تو روح میں پاکیزگی، اصلاح اور نورانیت پیدا ہوگی اور آخرت میں اس کا ثواب حاصل ہوگا مزید برآں جسمانی فوائد تو حاصل ہوں گے ہی۔

چوں کہ سال کے گیارہ مہینے انسان مرغن غذاؤں اور مقویات سے جسم کو توانا اور نفس کو قوت پہنچاتا رہتا ہے جس کے باعث روح پر اس کا مسلسل دباؤ رہتا ہے اور نفس کا غلبہ قائم و

برقرار رہتا ہے لیکن جب ماہ رمضان آتا ہے تو اہل ایمان فرض روزوں کے ذریعہ روح کی تقویت ولطافت کا سامان کرتے ہیں اوقات صوم میں کھانے پینے اور جماع سے اجتناب نفس کے ضعف و ناتوانی کا باعث ہے، جب نفس کمزور ہوتا ہے تو روح کا اس پر غلبہ ہوجاتا ہے جو بندہ کو مائل بہ خیر وصالحیت کرنے کا موجب ہوتا ہے، اور انسان کو ظاہری و باطنی گناہوں سے پاک وصاف کر کے بدن اور روح کو پاکیزگی ولطافت سے مزین کرتا ہے جس کے باعث قرب الٰہی کا حصول ممکن ہو پاتا ہے، عبادات وفرائض کی ادائیگی اور حقوق کی تکمیل، اعلیٰ اخلاقی تربیت اور مومنانہ کردار کی جو مشق رمضان مبارک میں ہوتی ہے اس کو عملاً تواتر کے ساتھ آنے والے گیارہ مہینے بلکہ ساری زندگی جاری رکھیں تاکہ روح کو اس کی غذا ملتی رہے اور انسان اطمینان اور سکون کے ساتھ زندگی کی شاہراہ پر گامزن ہو کر خالق کائنات رب العلمین کے افضال واکرام کا مستحق بنے اور دنیا کے ساتھ ساتھ اُخروی نعمتوں سے سرفراز ہوسکے۔

مؤرخہ ۱۴/اپریل ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ خانوادہ حضرت نانوتویؒ کے چشم و چراغ، معروف عالم دین، خطیب اسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی سرپرست دارالعلوم (وقف) دیوبند طویل علالت کے بعد ۹۵ سال کی عمر میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے، حضرت مولانا مرحوم اس دور میں اکابر واسلاف کی ایک یادگار تھے، ان کی علمی، دینی اور سماجی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے۔

انتقال کی خبر کے بعد مظاہر علوم کے مؤقر اساتذہ کرام کا ایک وفد تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے ''طیب منزل'' دیوبند پہونچا اور مولانا مرحوم کے صاحبزادۂ گرامی مولانا محمد سفیان قاسمی سے ملاقات کی، منجانب مظاہر علوم ان کی خدمت میں اور تمام پس ماندگان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کی۔

تمام قارئین کرام سے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

درسِ قرآن

احباب کی غلطیوں کو درگذر کیا جائے

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم سہارنپور

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ۔

اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں، انہوں نے رسول کو اور تم کو محض اس بنا پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے شہر بدر کر دیا، اگر تم میرے راستہ میں جہاد کرنے اور میری رضامندی کی طلب میں اپنے گھروں سے نکلے ہو (تو تم ان سے دوستی مت کرو) تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو، حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا خوب علم ہے، تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو (اس کا بھی) اور جو ظاہر کرتے ہو (اس کا بھی، یادرکھو) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہِ راست سے بھٹک جائے گا۔

شان نزول: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے ارادہ سے مسلمانوں کو سفر کی تیاری کا حکم دیا تو آپ نے اپنے اس منصوبہ کو صیغۂ راز میں رکھا، اور مجاہدینِ اسلام کو بھی اس کے اخفاء کی تاکید فرمائی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جانب خیبر کے احوال دریافت فرماتے تھے، تاکہ دشمن اور اس کے جاسوس کو آپ کے ارادے کی بھنک بھی نہ لگ پائے، اس وقت کے حالات کے لحاظ سے اس جنگی منصوبے کا پوشیدہ رکھا جانا نہایت ضروری تھا، صحابیٔ رسول حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ نے اس کی خبر مکہ جانے والی ایک عورت کے ذریعہ قریش مکہ کو دینی

چاہی، اور اس مضمون کا خط اس عورت کے حوالہ کر دیا، مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا، بذریعہ وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کر دی گئی؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت زبیر، اور حضرت مقداد (اور ایک روایت میں مقداد کی بجائے ابو مرثد کا ذکر ہے،) سے فرمایا کہ تم لوگ (تیز رفتاری سے) سفر کر کے روضۂ خاخ پہونچو! وہاں ایک عورت ملے گی جو اونٹ کی سواری پر کجاوے میں بیٹھی ہوگی، اس کے پاس ایک خط ہے، تم لوگ وہ خط اس سے وصول کر کے لے آؤ۔

چنانچہ یہ لوگ (فوراً) روانہ ہو گئے اور اپنے گھوڑوں کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے ''روضۂ خاخ'' پہونچے (روضہ کے معنی: باغ، خاخ کے معنی: شفتالو، آڑو، مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانیوالے راستہ میں اس مقام پر کیونکہ آڑو کے بہت درخت تھے اس لئے اس مقام کو ''روضۂ خاخ'' کہا جاتا تھا) اور اس عورت کو پکڑا، اور اس عورت سے کہا لاؤ! خط نکال کر ہمارے حوالے کرو! وہ عورت کہنے لگی: میرے پاس کوئی خط وط نہیں ہے، انہوں نے (ذرا تیز ہو کر) کہا تو خط نکالتی ہے یا ہم تیرے کپڑے اتروائیں؟ (اگر تو نے خط نکال کر نہیں دیا تو مجبوراً تجھ کو ننگی کرنا پڑے گا تا کہ وہ خط برآمد ہو جائے، لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ) تب اس عورت نے وہ خط اپنی چوٹی سے نکال کر حوالہ کر دیا، یہ حضرات اس خط کو لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

(جب وہ خط کھول کر دیکھا گیا تو) اس میں لکھا تھا حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہل مکہ میں سے مشرکین کے نام، پھر آگے حاطب نے مشرکین مکہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اہم اقدامات اور منصوبوں کے بارے میں معلومات فراہم کی تھیں، چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (حاطب کو طلب کیا اور اس سے) فرمایا: حاطب! یہ کیا ہے؟ (مجھے بتا! یہ کیا حرکت کی ہے اور کیوں کی ہے؟)

حاطب نے عرض کیا: **لا تعجل علیَّ یا رسول اللہ!** اے اللہ کے رسول! میرے بارے میں عجلت نہ کیجئے، (یعنی میری پوری بات سنے بغیر، اس حرکت کی پاداش میں میرے متعلق کفر اور سزا کا

فیصلہ نہ کیجئے) دراصل میں ایک ایسا شخص ہوں جو قریش کے لوگوں میں باہر سے آ کر مل گیا ہے (قریش سے میرا کوئی نسبی اور قرابتی تعلق نہیں ہے بلکہ یمن سے آ کر ان میں شریک ہو گیا ہوں اور محض ان کا حلیف ہوں) جب کہ آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجرین ہیں وہ مکہ والوں سے قرابت رکھتے ہیں اور مشرکین مکہ اس قرابت کا لحاظ کر کے مکہ میں ان مہاجرین کے مال وجائداد اور ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال رکھتے ہیں، پس اس بنا پر کہ میرے اور مشرکین مکہ کے درمیان نسبی وقرابتی تعلق معدوم ہے، میں نے چاہا کہ ان کے لئے کوئی ایسا کارنامہ انجام دوں جس کے بدلہ میں وہ مکہ میں میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں، (آپ کو صدق دل سے یقین دلاتا ہوں کہ) میں نے یہ حرکت اس وجہ سے نہیں کی کہ میں کافر ہوں (اور سرے سے دائرہ ایمان واسلام میں داخل ہی نہیں ہوا تھا، اور) نہ اس وجہ سے کہ میں مرتد ہو گیا ہوں (کہ پہلے تو مسلمان ہو گیا تھا لیکن اب دائرۂ اسلام سے نکل گیا ہوں اور) نہ اس وجہ سے کہ اسلام کے بعد اب کفر مجھ کو اچھا لگتا ہے، (اور نورِ ایمان سے تعلق توڑ کر کفر کے اندھیرے میں جانا چاہتا ہوں، **وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ**.

(حاطب کا یہ پورا بیان سن کر) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حاطب نے تمہارے سامنے بالکل سچی بات بیان کی ہے (حقیقت حال یہی ہے جو اس نے بتائی ہے) لیکن عمر فاروقؓ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ کو اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس طرح مت سوچو اور) اس حقیقت پر نظر رکھو کہ حاطب غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہے (اس پر حضرت عمرؓ بولے ہوں گے کہ یہ اگر غزوۂ بدر میں شرک ہوا ہے تو ہوا کرے، اب تو اس نے جاسوسی کر کے گویا غداری کا ارتکاب کیا ہے اور وہ سزا کا مستحق ہو گیا ہے، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور تمھیں حقیقت حال کا کیا علم ہے (کہ دوسرے لوگ گناہ کر کے مستحق سزا بن جاتے ہیں، یہ بھی گناہ کر کے مستحق سزا بن گئے ہیں، یہ تو بدری صحابی ہیں) ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو اپنی خصوصی نظر وکرم ومغفرت سے نواز رکھا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے طے کر رکھا ہو کہ ''تم جو چاہو کرو'' حقیقت تو یہ ہے کہ جنت تمہارے

لئے واجب ہوگئی ہے، اور ''میں تم کو بخش چکا ہوں'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے (حاطب اور اس جیسے لوگوں کی سرزنش اور تنبیہ وتہدید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

تشریح: حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ کا راز فاش کرنے والا یہ خط اگر مشرکین مکہ کے پاس پہونچ جاتا تو اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوسکتے تھے، اس لحاظ سے یہ ایک فاش غلطی تھی، بالخصوص جب کہ آپ نے اپنے منصوبے کے اخفاء کی تاکید بھی کی تھی، اس غلطی کا منشاء اور مدار ایک غلط اجتہاد تھا، حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ کا اپنا اجتہاد یہ تھا کہ اللہ پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادوں کی تکمیل فرما کر رہیں گے، میرے خط سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصوبے کی تکمیل میں ذرہ برابر بھی خلل پیدا نہ ہوگا، ہاں مشرکین مکہ پر میرا احسان ضرور ہوجائے گا، اور یہ بات ان کے عقیدہ کی پختگی کی مظہر ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیش کردہ عذر کو قبول فرمایا اور حضرات صحابہ کے سامنے ان کی فضیلتِ شرکتِ بدر کو ظاہر فرمایا۔

پیغام: حضرات انبیاء کے علاوہ بشر، بشریت کے جذبات اور تقاضوں سے خالی نہیں ہوتے، بشری تقاضوں اور جذبات کی وجہ سے اس سے ایسے افعال و اعمال بھی صادر ہوجاتے ہیں جو ہونے نہیں چاہئیں، مگر ان وقتی اور جذباتی افعال کو ہی بنیاد بنا کر کسی کو موردِ عقاب اور مستحقِ سزا قرار دینا اور اس کی ماضی کی مخلصانہ خدمات کو فراموش کردینا جلد بازی میں کیا گیا فیصلہ ہی کہا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس صحابی کی معرکۂ بدر میں شرکت کو اہمیت دی اور فی الحال کی گئی ایک بڑی غلطی کو درگذر فرمایا۔

حضرت اقدس مولانا سید محمد سلمان صاحب دامت برکاتہم ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے بیان فرمایا کہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی قدس سرہ کے سامنے جب حضرت حاطب ابی بلتعہؓ کے اس واقعہ کا ذکر ہوا تو فرمایا: اِس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ احباب ورفقاء اور ساتھ میں مل کر کام کرنے والوں کی سابقہ خدمات کو پیش نظر رکھا جائے اور موجودہ غلطیوں سے صرفِ نظر کیا جائے، سبحان اللہ! کیسا درسِ عبرت ہے۔

انوارِ حدیث

گذشتہ سے پیوستہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند اہم نصیحتیں

مولانا محمد خالد سعید اعظمی استاذ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

چوتھی نصیحت: و اذاسألتَ فاسألِ اللهَ (اور جب تم مانگو تو اللہ سے مانگو)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصیحت فرمارہے ہیں کہ تمہاری توجہ ہمیشہ اور ہمہ وقت اللہ کی طرف رہنی چاہئے، جب بھی تم سوال کرو اور مانگو تو بس ایک اللہ سے مانگا کرو، جس کے قبضے میں تمام خزانے ہیں اور جو تمام ضرورتیں پوری کرنے پر قادر ہے اور تمہیں جو کچھ نعمت حاصل ہے وہ سب اسی کی رحمت سے ہے، اور اسی کے فضل و کرم سے دنیا و آخرت کی تمام پریشانیاں، تکلیفیں دور ہوسکتی ہیں، وہ ایسا جواد اور کریم ہے جو بلا کسی غرض کے بے حد و بے حساب عطا کرتا ہے، ایسا غنی ہے جس کے خزانے میں تمام مخلوقات کے تمام سوالات وخواہشات پوری کرنے کے بعد بھی ذرہ برابر کمی ہونے والی نہیں ہے، اور ایسا قادر مطلق کہ اس کے قبضہ قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

لہٰذا اس کی رحمت کی امید رکھنی چاہئے، اس کے عذاب اور انتقام سے ڈرنا چاہئے، اور اسی سے اپنی چھوٹی بڑی تمام حاجتیں مانگنا چاہئے، اللہ کے سوا کسی مخلوق کے سامنے عاجزی وذلت کے ساتھ سوال کرنا اور اسکو نفع وضرر پر قادر سمجھنا درست نہیں ہے، مخلوق تو ایسی عاجز ہے کہ وہ خود اپنے نفع وضرر اور موت وحیات کی بھی مالک نہیں چہ جائے کہ وہ دوسروں کو نفع وضرر پہونچانے پر قادر ہو، تمام مخلوق کے قلوب اللہ ہی کے قبضے میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے اور وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے، اور بندہ کا قلب یقین کی کمزوری اور اللہ سے غفلت کی وجہ سے مخلوق کی طرف جتنا مائل ہوتا ہے اتنا ہی اپنے مولا سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، اس لئے اہل توکل ماسوی اللہ سے

اعراض کر کے اپنی تمام چھوٹی بڑی ضروریات اللہ ہی کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور اللہ تعالی نے خود حکم دیا ہے، مجھ سے مانگو ''ادعونی أستَجِبْ لکُم'' (غافر ۶۰) ''مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا'' ۔ ''وسئلُوْ اللّٰہَ مِن فَضْلِہ'' (النساء ۳۲) ''اور تم اللہ سے اس کا فضل مانگو'' اور ایک حدیث میں ہے: ''سَلو اللّٰہ من فضلہ، فان اللّٰہ یُحِبُّ أن یُسأَلَ'' (ترمذی ۲/۱۹۷) ''اللہ سے اس کا فضل مانگو، کیوں کہ اللہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے'' اور ایک دوسری حدیث میں ہے: من لم یسأل اللّٰہ یَغْضَبْ علیہ'' (الترمذی ۲/۱۷۵) (جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے) اور ایک حدیث میں ہے ''یسألُ احدُکم ربَّہ حاجَتہ کلّھا حتی شسعَ نعلِہ اذا انقطَعَ'' (ابن حبان حدیث ۸۶۶) (چاہئے کہ تم اپنے رب سے اپنی تمام ضرورت کو مانگو حتی کہ چپل کا تسمہ بھی اگر ٹوٹ جائے)۔

بہر حال اللہ تعالی اس کو پسند کرتے ہیں کہ اس سے مانگا جائے بلکہ الحاح اور اصرار کے ساتھ بار بار مانگنے کو پسند کرتے ہیں اور نہ مانگنے پر ناراض ہوتے ہیں اور مخلوق کا معاملہ اس کے بالکل برخلاف ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس سے نہ مانگا جائے اور اگر اس سے سوال کیا جاتا ہے تو ناپسند کرتا ہے اور سوال میں اصرار کیا جائے تو اس پر ناراض اور متنفر ہو جاتا ہے ،کیوں کے وہ عاجز اور محتاج ہے، تو اب یہ کتنی بڑی بھول ہے کہ اللہ کے در کو چھوڑ کر مخلوق کے در پر ہاتھ پھیلا جائے اور اس سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔

یہاں اللہ سے سوال کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہئے حافظ ابن رجبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ سے سوال کرنے کا مطلب اس سے دعا کرنا ہے اور دعا عبادت ہے کیوں کہ سوال کے اندر سائل کی طرف سے ذلت و مسکنت اور فقر و حاجت کا اظہار ہوتا ہے، اور ضرر کے دور کرنے اور مقصود کے عطا کرنے پر مسؤول کی قدرت کا اعتراف ہوتا ہے اور یہی عبات کی حقیقت ہے۔

پانچویں نصیحت: ''واذا استعنتَ فاستَعِنْ باللّٰہِ'' (اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو) یعنی دنیا و آخرت کے کسی بھی معاملے میں مدد اور اعانت مانگنی ہے تو ایک اللہ ہی

سے مانگو، کیوں کہ وہی تمام چیزوں پر قادر ہے اوراس کے سوا سب عاجز ہیں، اور بندہ اللہ کی مدد اور اعانت کا ہمہ وقت محتاج ہے؛ خواہ مامورات پر عمل ہو، یا منہیات سے اجتناب، یا دنیا میں مقدرات پر صبر ہو، اور اسی طرح موت کے وقت اور برزخ وقیامت کی ہولنا کیوں میں غرض ہر جگہ اللہ کی مدد کا محتاج ہے اوران تمام چیزوں میں اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں کرسکتا، اور جو شخص اللہ تعالی سے ان تمام امور کے لئے مدد چاہے گا اللہ اسکی مدد فرمائیں گے۔(جامع العلوم والحکم حدیث ۱۹، الفتح المبین بشرح الأربعین حدیث ۱۹، مرقاۃ المفاتیح ۹ر ۴۹۰)

استعانت اور توسل کا مسئلہ:۔حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اس مسئلے پر روشنی، ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

کسی سے مدد مانگنے کا مسئلہ ذرا تشریح طلب ہے، کیوں کہ ایک مدد تو مادی اسباب کے ماتحت ہر انسان دوسرے انسان سے لیتا ہے، اس کے بغیر اِس دنیا کا نظام چل ہی نہیں سکتا، صنعت کار اپنی صنعت کے ذریعہ ساری مخلوق کی خدمت کرتا ہے، مزدور، معمار، بڑھئی، لوہار سب مخلوق کی مدد میں لگے ہوئے ہیں، اور ہر شخص ان سے مدد لینے پر مجبور ہے، ظاہر ہے کہ یہ کسی دین اور شریعت میں ممنوع نہیں، وہ اس استعانت میں داخل نہیں جو اللہ تعالی کے ساتھ مخصوص ہے، اسی طرح غیر مادی اسباب کے ذریعہ کسی نبی یا ولی سے دعاء کرنے کی مدد مانگنا، یا ان کا وسیلہ دے کر براہِ راست اللہ تعالی سے دعاء مانگنا روایات حدیث، اور ارشادات قرآن سے اس کا بھی جواز ثابت ہے، وہ بھی اس استعانت میں داخل نہیں جو صرف اللہ تعالی کے لئے مخصوص اور غیر اللہ کے لئے حرام وشرک ہے۔

اب وہ مخصوص استعانت وامداد جو اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے ورغیر اللہ کے لئے شرک ہے، کونسی ہے؟اس کی دو قسمیں ہیں:ایک تو یہ کہ اللہ تعالی کے سوا کسی فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی اور انسان کو خدا تعالی کی طرح قادر مطلق اور مختار مطلق سمجھ کر اس سے اپنی حاجت مانگے، یہ تو ایسا کھلا ہوا کفر ہے کہ عام مشرکین بت پرست بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں،

اپنے بتوں، دیتاؤں کو بالکل خدا تعالی کی مثل قادر مطلق اور مختار مطلق یہ کفار بھی نہیں مانتے،

دوسری قسم وہ ہے جس کو کفار اختیار کرتے ہی، اور قرآن اور اسلام کو باطل وشرک قرار دیتا ہے ''ایاک نستعین '' میں یہی مراد ہے کہ ایسی استعانت وامداد ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں چاہتے وہ یہ ہے کہ اللہ کی کسی مخلوق فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی دیوتا کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اگر چہ قادر مطلق اللہ ہی ہے' اور کامل اختیارات اسی کے ہیں، لیکن اس نے اپنی قدرت واختیار کا کچھ حصہ فلاں شخص کو سونپ دیا ہے، اور اس دائرے میں وہ خود مختار ہے، یہی وہ استعانت واستمداد ہے جو مؤمن وکافر میں فرق اور اسلام وکفر میں امتیاز کرتی ہے، قرآن اس کو شرک وحرام قرار دیتا ہے، بت پرست مشرکین اسکے قائل اور اس پر عامل ہیں۔

اس معاملہ میں دھوکہ یہاں سے لگتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے بہت سے فرشتوں کے ہاتھوں دنیوی نظام کے بہت سے کام جاری کرتے ہیں، دیکھنے والا اس مغالطے پڑ سکتا ہے کہ اس فرشتے کو اللہ تعالی نے یہ اختیار سپرد کردیا ہے، یا انبیاعلیہم السلام کے ذریعہ بہت سے ایسے کام وجود میں آتے ہیں جو عام انسانوں کی قدرت سے خارج ہیں، جن کو معجزات کہا جاتا ہے، اسی طرح اولیاء اللہ کے ذریعہ بھی بہت سے کام وجود میں آتے ہیں جن کو کرامات کہا جاتا ہے، یہاں سرسری نظر والوں کو یہ مغالطہ لگ جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالی ان کاموں کی قدرت واختیار کو ان کے سپرد نہ کرتا تو ان کے ہاتھ سے یہ کیسے وجود میں آتے؟ اس سے وہ ان انبیاءؑ اور اولیاؒ کے ایک درجہ میں مختار ہونے کا عقیدہ بنا لیتے ہیں حالانکہ حقیقت یوں نہیں، بلکہ معجزات اور کرامات براہِ راست حق تعالی کا فعل ہوتا ہے، صرف اس کا ظہور پیغمبرؑ یا ولیؒ کے ہاتھوں پر ان کی عظمت ثابت کرنے کیلئے کیا جاتا ہے، پیغمبرؑ اور ولیؒ کو اس کے وجود میں لانے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا، قرآن کریم کی بے شمار آیات اس پر شاہد ہیں، مثلاً آیت ''وَمارَمَیتَ اذرَمَیتَ ولکنَّ اللہَ رَمٰی '' میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کا ذکر ہے جس میں آپ نے دشمن کے لشکر کی طرف ایک مٹھی کنکری پھینکی، اور اللہ

تعالیٰ کی قدرت سے وہ سارے لشکر کی آنکھوں میں جالگیں، اس کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ'' آپؐ نے نہیں پھینکی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی'' جس سے معلوم ہوا کہ معجزہ جو نبیؑ کے واسطہ سے صادر ہوتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔

اسی طرح جب حضرت نوح علیہ السلام کو جب ان کی قوم نے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں توجس عذاب سے ڈرارہے ہیں وہ بلا لیجئے، توانہوں نے فرمایا'' **انما یاتیکم بہ اللہ ان شاء** ' **(ھود:۳۳)** یعنی معجزہ کے طور پر آسمانی عذاب نازل کرنا میرے قبضے میں نہیں، اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا پھر تم اس سے بھاگ نہ سکوگے''۔

سورہ ابراہیم میں انبیاؑ ورسلؑ کی ایک جماعت کا یہ قول ذکر فرمایا ہے'' **وما کان لنا ان یاتیکم بسلطٰن الا باذن اللہ** '' یعنی ''کسی معجزہ کا صادر کرنا ہمارے ہاتھ میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے اذن ومشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا'' اسی وجہ سے کوئی پیغمبر یا کوئی ولی جب چاہے، جو چاہے معجزہ یا کرامت دکھادے یہ قطعاً کسی کے بس میں نہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاؑ سے بہت سے متعین معجزات کا مطالبہ مشرکین نے کیا، مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے چاہا ظاہر کردیا، جس کو نہ چاہا نہیں ہوا، پورا قرآن اس کی شہادتوں سے بھرا ہوا ہے۔

ایک محسوس مثال سے اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ آپ جس کمرے میں بیٹھے ہیں اس میں بجلی کی روشنی بلب سے، اور ہوا برقی پنکھے سے آپ کو پہونچ رہی ہے، مگر یہ بلب اور پنکھا اس روشنی اور ہوا پہونچانے میں قطعا خودمختار نہیں، بلکہ ہر آن اس جوڑ (کنکشن) کے محتاج ہیں جو تار کے ذریعہ پاور ہاؤس کے ساتھ ان کو حاصل ہے، ایک سکنڈ کے لئے یہ کنکشن ٹوٹ جائے تو نہ بلب آپ کو روشنی دے سکتا ہے، نہ پنکھا ہوا دے سکتا ہے، کیونکہ درحقیقت وہ عمل بلب اور پنکھے کا ہے ہی نہیں بلکہ بجلی کی رَو کا ہے جو پاور ہاؤس سے یہاں پہونچ رہی ہے، انبیاء واولیاء اور سب فرشتے ہر عمل میں، ہر کام میں ہر آن حق تعالیٰ کے محتاج ہیں، اسی کی قدرت ومشیت سے سب کام وجود میں آتے ہیں، اگرچہ ظہور اس کا بلب اور پنکھے کی

طرح انبیاء واولیاء کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔

اس مثال سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان چیزوں کے صدور اور وجود میں اگرچہ اختیار انبیاء واولیاء کا نہیں مگر ان کا وجود باجود ان سے بالکل بے دخل بھی نہیں، جیسے بلب اور پنکھے کے بغیر آپ کو روشنی اور ہوا نہیں پہونچ سکتی، یہ معجزات اور کرامات بھی انبیاء واولیاء کے بغیر نہیں ملتے، اگرچہ یہ فرق ضرور ہے کہ پوری فٹنگ اور کنکشن درست ہونے کے باجود آپ کو بغیر بلب کے اور بغیر پنکھے کے ہوا کا ملنا عادۃً ناممکن ہے، اور معجزات وکرامات میں حق تعالی کو سب کچھ قدرت ہے کے بغیر واسطہ کسی پیغمبر وولی کے بھی اسکا ظہور فرمادیں، مگر عادۃ اللہ یہی ہے کہ ان کا صدور بغیر واسطۂ اولیاء وانبیاء کے نہیں ہوتا، کیوں کہ ایسے خوارق عادت کے اظہار سے جو مقصد ہے وہ اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔

اس لئے معلوم ہوا کہ عقیدہ تو یہی رکھنا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالی کی قدرت ومشیت سے ہو رہا ہے، اسکے ساتھ انبیاء واولیاء کی عظمت وضرورت کا بھی اعتراف ضروری ہے، اس کے بغیر رضائے الٰہی اور طاعتِ احکام خداوندی سے محروم رہے گا جس طرح کوئی شخص بلب اور پنکھے کی قدر نہ پہچانے اور ان کو ضائع کردے تو روشنی اور ہوا سے محروم رہتا ہے۔

وسیلہ، استعانت اور استمداد کے مسئلہ میں بکثرت لوگوں کو اشکال رہتا ہے، امید ہے کہ اس تشریح سے اصل حقیقت واضح ہو جائے گی، اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ انبیاء واولیاء کو وسیلہ بنانا مطلقا جائز ہے اور نہ مطلقاً ناجائز بلکہ اس میں وہ تفصیل ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہے کہ کسی کو مختارِ مطلق سمجھ کر وسیلہ بنایا جائے تو شرک وحرام ہے اور محض واسطہ اور ذریعہ سمجھ کر کیا جائے تو جائز ہے اس میں عام طور پر لوگوں میں افراط وتفریط کا عمل نظر آتا ہے۔(معارف القرآن ۱/۹۹ تا ۱۰۲)۔

زندگی اور موت کی یاد کا نبوی طریقہ

مولانا محمد تبریز عالم قاسمی
استاذ دارالعلوم حیدرآباد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو تلقین فرماتے تھے کہ جب رات ختم ہو کر تمہاری صبح ہو تو اللہ کے حضور عرض کیا کرو:

اَللّٰھُمَّ بِکَ أَصْبَحْنَا وَبِکَ أَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیَا وَبِکَ نَمُوْتُ وإِلَیْکَ الْمَصِیْرُ۔

اے اللہ! تیرے ہی حکم سے ہم نے صبح کی ہے اور تیرے ہی حکم سے ہم نے شام کی ہے، تیرے ہی فیصلہ سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی حکم سے ہم (وقت آجانے پر) مریں گے اور پھر تیری ہی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

اور اِسی طرح جب شام ہو تو عرض کرو:

اللھمَّ بِکَ أَمْسَیْنَا وَبِکَ أَصْبَحْنَا وَبِکَ نَحْیا وَبِکَ نَمُوْتُ وإِلَیْکَ النُّشُورُ۔ (ترمذی، رقم: ۳۳۹۱)

اے اللہ! تیرے ہی حکم سے ہم نے شام کی ہے اور تیرے ہی حکم سے ہم نے صبح کی ہے اور تیرے ہی فیصلہ سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی فیصلہ سے مریں گے اور پھر اٹھ کر تیرے ہی حضور حاضر ہوں گے۔

انسانی زندگی میں صبح وشام کے اوقات کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ہر شخص کے لیے رات کے بعد صبح اور دن ختم ہونے پر شام آتی ہے اور اِسی آمدورفت سے زندگی کی ایک ایک منزل طے ہوتی رہتی ہے، صبح وشام کی یہ تبدیلی اپنے اندر راحت کا بڑا سامان رکھتی ہے، اگر رات ہی رات رہے تو انسان عاجز آجائے گا، کاروبارِ زندگی رک جائے گا اور اِسی طرح

اگر دن ہی دن رہے تو انسانی زندگی تلخ ہو جائے گی، بدن کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، معلوم ہوا کہ صبح وشام اللہ کی بہت بڑی نعمت اور نظامِ کائنات کے استحکام کا اٹوٹ حصہ ہیں۔

رسول اللہصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور عملی نمونہ سے امت کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ہر صبح وشام اللہ کی قدرتِ کاملہ اور اس کے بے پناہ احسانات کو یاد کرے، اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو تازہ اور مستحکم کرے اور اُن اوقات میں اپنے رب کے سامنے دعائیں کرے، اللہ کے پیارے رسول نے مزید احسان فرمایا کہ صبح وشام کی مناسب دعا بھی تلقین فرمادی، ہمیں چاہیے کہ ہم ان دعاؤں کی قدر کریں، انھیں حرزِ جان بنائیں، جس کا مناسب اور موثر طریقہ یہ ہے کہ ہم وہ دعائیں یاد کریں، ان کے مضامین میں غور کریں اور ان کو روزانہ کے معمولات میں داخل کرلیں۔

مذکورہ دعا کے علاوہ صبح وشام کی اور دعائیں بھی منقول ہیں، دعاؤں کتابوں سے یاد کرسکتے ہیں، صبح کے وقت پڑھنے کی ایک جامع دعا اوپر لکھی گئی ہے، مذکورہ دعا چوں کہ آسان ہے اور صبح وشام کے الفاظ میں معمولی سا فرق ہے؛ اِس لیے اِسی کا انتخاب کیا گیا ہے، اللہ ہمیں اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔

حکمت اور پیغامِ نبوی

۱– رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حدیث میں ہدایت فرمائی ہے کہ جب صبح یا شام ہو تو اللہ تعالیٰ کی (صبح وشام والی) نعمت کا احساس واعتراف کیا جائے، اسی کے ساتھ اِس کو بھی یاد کیا جائے کہ جس طرح اللہ کے حکم سے دن کی عمر ختم ہو کر رات آتی ہے اور رات کی عمر ختم ہو کر دن نکلتا ہے، اسی طرح اس کے حکم سے ہماری زندگی چل رہی ہے اور اُسی کے حکم سے مقررہ وقت پر موت آجائے گی اور پھر اللہ کے حضور پیشی ہوگی، غرض یہ کہ روزانہ صبح وشام اللہ کی نعمت کا اعتراف اور موت اور آخرت کو یاد کیا جائے، نہ صبح کو اِس سے غفلت ہو نہ شام کو۔ (معارف الحدیث ۱۲۰/۵)

۲ — مذکورہ دعا میں یہ پیغام ہے کہ شب وروز کا یہ سلسلہ ایک طرف آدمی کو وقت کے گذرنے کا احساس دلائے کہ اس کی مختصر زندگی میں سے ایک دن اور کم ہو گیا ہے اور وہ اپنے انجام سے روز بہ روز قریب سے قریب تر ہوتا چلا جارہا ہے تو دوسری طرف یہ سلسلہ اسے زندگی اور موت کا بہ اندازِ تمثیل مشاہدہ کرائے ، وہ دن کی چہل پہل اور سرگرمیاں دیکھنے کے بعد یہ دیکھے کہ رات نے کس طرح ہر چیز پر موت طاری کردی ہے، چرند پرند، انسان وحیوان، سب نیند کی آغوش میں جا سوتے ہیں اور پھر وہ خود نیند کی پرسکون وادی میں اتر کر موت کے تجربے سے گذرتا ہے۔

۳— فطرت کے سب مظاہر انسان کی یاد دہانی کے لیے ہیں؛مگر انسان اپنے کاموں میں گم ہو کر ان مَظاہرِ فطرت سے عبرت حاصل نہیں کرتا؛ بلکہ ان بڑے بڑے تغیرات کو بھی وہ معمول کے چھوٹے چھوٹے واقعات کی طرح توجہ دیے بغیر آگے بڑھ جاتا ہے، ان اوقات میں یہ دعا اِسی لیے سکھائی گئی ہے کہ یہ دعا بندۂ مومن کی توجہ ان مظاہر کی طرف مبذول کرے؛ تاکہ وہ ان آیاتِ الٰہی میں غور وفکر کر کے ان حقائق کو اپنے ذہن میں تازہ کرے، جنھیں وہ اپنے کاموں میں مصروف ہو کر بھلا چکا تھا۔

دینِ اِسلام نے یاد دہانی کا ایسا نظام؛ اِس لیے قائم کیا ہے؛ تاکہ آدمی زندگی کی چہل پہل میں اپنے رب کو بھول کر کہیں شر کی بھول بُھلیوں پر نہ جا نکلے؛ چناں چہ دین اسے ہر موڑ پر یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ خدا کے حضور پیش ہونے کے لیے خواہی نہ خواہی آگے بڑھ رہا ہے۔

۴— مذکورہ دعا میں صبح وشام میں حاصل ہونے والی نعمتوں پر شکرِ الٰہی کی ادائیگی کا پیغام ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اعتراف واستحضار کر کے اپنی عبدیت، بندگی اور عاجزی کا اِظہارِ کامل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو مسنون دعاؤں کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔

اسلام میں صبر کا تصور وافادیت

مولانا محمد اسرار الحق قاسمی

اسلام میں ''صبر'' کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، قرآن میں متعدد مقامات پر صبر کا حکم موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی صبر کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، قرآن میں کہا گیا ہے کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، **ان اللہ مع الصابرین**۔ ایک جگہ فرمایا گیا: **و استعینو ابالصبر و الصلوۃ**۔ صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو۔

مذکورہ آیات اور متعدد احادیث و اسوۂ نبی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صبر نہایت ہی اہم شے ہے اور اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ صبر کی حقیقت، اہمیت اور افادیت سے واقف ہوں تا کہ صبر ان کے ذہنوں میں پیوست ہوجائے اور اپنی کامیابی کے لیے وہ اسلام کے اس عظیم ہتھیار کو استعمال کرسکیں۔

جب انسان کسی مصیبت میں گرفتار ہوتو اسے سب سے پہلے صبر کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، اُسے غصہ آئے تو صبر سے کام لے، اگر دشمن اس پر حملہ کرے تو وہ صبر کے پہلو پر ضرور غور وفکر کرے، کیونکہ کئی مرتبہ صبر کرکے دشمن کو زیر کیا جاسکتا ہے، کئی بار غصہ کی حالت میں صبر کرکے شیطان کے حربوں کو ناکارہ بنایا جاسکتا ہے۔

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جب انسان کو غصہ آتا ہے تو وہ بے قابو ہوجاتا ہے اور اس حالت میں الٹے سیدھے فیصلے لیتا ہے، کئی بار غصہ کی حالت میں لیے ہوئے فیصلے اتنے نقصاندہ ہوتے ہیں کہ مدت طویل گزرنے کے بعد بھی ان کی تلافی نہیں ہوپاتی اور زندگی بھر پریشانی اس کا تعاقب کرتی رہتی ہے، ایسے کتنے واقعات آئے دن رونما ہوتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان معمولی بات پر جھگڑا ہوا، دونوں کو غصہ آیا، گالی گلوچ ہوئی، مار پیٹ تک

نوبت آ گئی، ایسا بھی ہوتا ہے کہ قتل تک ہوجاتا ہے، اس کے بعد دیکھا جاتا ہے کہ لوگ پچھتاتے ہیں، ایک تو اس لیے کہ ان کے ہاتھوں کسی کی جان چلی گئی اور وہ بڑے گناہ کے مرتکب ہوگئے۔

بہت سے لوگ اپنے اوپر آنے والے حالات میں صبر نہیں پاتے اور مایوسی کے شکار ہوکر خودکشی کر بیٹھتے ہیں، جب کہ دنیا میں ایسے کتنے واقعات رونما ہوئے کہ لوگوں کو سخت حالات وہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور انھوں نے سوچا کہ اب ان کی زندگی بے کار ہے مگر پھر بھی صبر سے کام لیتے رہے، نتیجہ یہ سامنے آیا کہ آگے چل کر ان کے حق میں حالات سازگار ہوگئے اور وہ پھر خوشگوار زندگی گزارنے لگے، گویا کہ سخت اور مایوس کن حالات میں بھی صبر سے کام لینا چاہئے۔

صبر کا تقاضہ ہے کہ مشکل حالات میں بھی انسان ثابت قدم رہے، صحیح راستوں سے نہ ہٹے اور غلط طریقوں یا راستوں کا انتخاب نہ کرے، بہت سے لوگ مشکلات میں صحیح راستوں سے ہٹ جاتے ہیں اور غلط طریقوں کو اختیار کرلیتے ہیں، اس زمانے میں لوگ دولتِ کثیر حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس کے لیے تگ ودو کرتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں، ان پر عمل کرتے ہیں، لیکن ان میں سے کچھ لوگ کامیاب ہوجاتے ہیں اور کچھ ناکام، ناکام لوگوں میں دوطرح کے لوگ ہوتے ہیں، ایک وہ جو ناکامی کے باوجود بھی صبر کرتے ہیں، دولت نہ آنے، کسمپرسی میں زندگی گزارنے کی صورت میں صحیح اور حلال راستوں کو نہیں چھوڑتے، دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو حلال طریقے سے زیادہ دولت نہ جمع کرنے کے بعد غلط اور ناجائز راستوں پر چل پڑتے ہیں اور حرام طریقوں سے دولت اکٹھی کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ یعنی وہ ''صبر'' نہیں رکھ پاتے، ناجائز اور حرام طریقوں کو اختیار کرکے بھلے ہی وہ دولت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں، عمارتیں بنالیں اور پُرتعیش زندگی گزارنے لگیں مگر فی الواقع یہ ان کی ناکامی ہوتی ہے۔

اجتماعی اعتبار سے مسلمان اس وقت ساری دنیا میں سخت حالات سے دوچار ہیں، اسلام دشمن طاقتیں ان پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لیے سازشیں رچ رہی ہیں اور ان پر حملہ آور ہو رہی ہیں، مسلمانوں کے پاس وسائل کی کمی ہے، ٹکنالوجی کے میدان میں بھی وہ پیچھے ہیں، ایسے ہی مسلمانوں کے پاس اتحاد کا بھی فقدان ہے، جب کہ اسلام مخالف جماعتیں باہم متحد ہو چکی ہیں اور انھیں اس بات کے لیے اکسا رہی ہیں کہ وہ میدان میں آئیں، مقابلہ کریں، یہ وقت مسلمانوں کے لیے بڑا صبر آزما ہے، ان کے پاس اس کے علاوہ بظاہر کوئی راستہ نظر نہیں آتا کہ ''صبر'' سے کام لیں، تصادم کے راستے پر نہ جائیں اور نہ مقابلے کے لیے آگے بڑھیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں صبر کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں، صلح حدیبیہ اس کی واضح مثال ہے، آپ نے حدیبیہ میں کفار کی بعض ایسی شرائط کو قبول کیا جن سے بظاہر یہ لگتا تھا کہ اس میں مسلمانوں کی ناکامی اور کفار و مشرکین کی کامیابی ہے۔

موجودہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو بھی تعمیری و مثبت کاموں کی طرف آنا پڑے گا اور فی الوقت اپنے حالات پر صبر سے کام لینا ہوگا، انھیں زندگی کے تمام شعبوں میں حرکت و بیداری کا ثبوت دینا ہوگا، خود کفیل بننے کی کوشش کرنا ہوگی اور ہر معاملے میں صبر وثبات کو قائم رکھنا ہوگا، امید کی جاسکتی ہے کہ آنے والی دہائیوں میں ان کی حالت بہتر ہو جائے گی اور ان کے دشمنوں کے حملے بے اثر ثبات ہو جائیں گے، یہ بھی ممکن ہے کہ مسلمانوں کے خلاف حملے کرنے والوں کے حملوں میں شدت باقی نہ رہے، تجربات وشواہد بتاتے ہیں کہ Attack کی پوزیشن زیادہ وقت تک برقرار نہیں رہ پاتی اگر مدمقابل حملہ کرنے والوں کی اٹیک پوزیشن کو سنجیدگی اور ہوشیاری سے ضائع کردے تو پھر حملہ آوروں کے حوصلے دھیرے دھیرے پست ہونے لگتے ہیں اور مغلوب ہو جاتے ہیں۔

نیک صحبت کے فوائد

مولانا دبیر احمد قاسمی

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو ایک معاشرتی اور سماجی مخلوق بنایا ہے، وہ سماج اور معاشرہ سے کٹ کر زندگی نہیں گزار سکتا۔

احتیاج ومجبوری اس کی فطرت کا خاصہ ہے؛ اس لیے وہ زندگی کے ہر موڑ پر اپنے ابنائے جنس کی ضرورت محسوس کرتا ہے؛ اس لیے ایک صالح انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ انسانوں کے باہمی تعلقات استوار اور مستحکم ہوں۔

اسلامی تعلیمات کا اگر ہم جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اسلام نے جس طرح انسانی رشتوں اور سماجی رابطوں کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے کسی دوسرے مذہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

معاشرتی اور سماجی رشتوں کی اہمیت کے پیشِ نظر ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **المومن الذي يُخالِطُ الناسَ ويصبِرُ على أذاهم خيرٌ مِنَ المؤمنِ الذى لايُخالِطُ الناسَ و لايصبِرُ على أذاهم** ـــ ”جو مومن جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرے اور ان کی طرف سے پیش آنے والی تکالیف پر صبر کرے وہ اس مومن سے بہتر ہے جو خلوت نشینی اور دنیا سے بے تعلقی کی زندگی گذارے اور لوگوں کی تکالیف پر صبر نہ کرے (مسند احمد)

حضرت علیؓ کے اقوالِ حکمت میں ہمیں یہ قول بھی نظر آتا ہے: **أعجزُ الناسِ مَنْ عَجِزَ عن اكتسابِ الْاخوانِ وَأعجزُ منه مَنْ ضَيَّعَ مَنْ ظَفِرَ به منهم** ” نہایت کمزور اور عاجز ہے وہ شخص جو کسی کو اپنا دوست نہ بنا سکے اور اس سے بھی زیادہ عاجز وہ شخص ہے جو پرانے دوستوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

انسانی طبیعت پر ماحول کا اثر: انسانی تعلقات اور سماجی رشتوں کی اہمیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے گردوپیش اور ماحول سے جس قدر متاثر

ہوتا ہے، اتنا زیادہ وہ کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا، گردوپیش کی فضا اور ماحول کا اثر صرف انسان پر نہیں پڑتا؛ بلکہ بعض اوقات عام حیوانات بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں، عِلْمُ العُمر ان کے ماہر علامہ ابنِ خلدون کے بہ قول وہ جانور جو صحرا میں رہتے ہیں ان کی کھال میں خشونت وسختی نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہے، ان کے بالمقابل انسانی آبادی میں رہنے والے جانوروں کی کھالیں نرم ہوتی ہیں، ان میں توحش ودرندگی بھی ویسی نہیں پائی جاتی جیسی صحرائی جانوروں میں ہوتی ہے۔

گردوپیش کا ماحول جیسا ہوتا ہے انسان کی طبیعت پر عموماً ویسے ہی اثرات مرتب ہوتے ہیں، چنانچہ معاشرے میں اگر صلاح وخیر کا عنصر غالب ہو تو انسان میں صلاح وتقویٰ کے آثار نمایاں ہوں گے اور اگر معاشرہ اخلاقی اور عملی بگاڑ کا شکار ہو تو وہ فسق وفجور اور گناہ ومعصیت کا خوگر ہوگا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں اسی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے:

"كلُّ مولودٍ يُوْلَدُ على الفطرةِ، فأَبَوَاهُ يُهَوِّدانِه أَوْيُنَصِّرانِه أَوْيُمَجِّسَانِه كما في البهيمةِ تُنْتِجُ البهيمةَ هل تَرىٰ فيها جَدْعَاءَ" (بخاری ۴۸۰۹)

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تم دیکھتے ہو کہ ان میں کوئی ایسا بچہ بھی پیدا ہوتا ہے جس کے اعضاء ناتمام ہوں۔

انسان اپنے ماحول اور گردوپیش کے حالات سے کس درجہ متاثر ہوتا ہے اس کو ایک اور مثال سے یوں سمجھیے کہ بعض اوقات انسان کے ظاہری اعمال کا اثر اس کے باطن پر بہت گہرا ہوتا ہے؛ چنانچہ اگر اس کا ظاہر پاک اور صاف ستھرا ہو تو کوئی عجب نہیں ہے کہ اس کی ظاہری نظافت وپاکیزگی اس کے باطن کے غبار کو بھی دھو دے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نظافت وپاکیزگی کو ایمان کا نصف قرار دیا ہے۔

دوسری قوموں سے تشبہ اختیار کرنے سے سختی سے روکا گیا اور ان کے رسم ورواج، تمدن اور کلچر کے بہ جائے اسلامی تمدن اور اسلامی تہذیب کو ایک مسلمان کی زندگی کا دستور العمل قرار دیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُم (ابوداؤد)

بعض اعمال ظاہری جذبہ اور ظاہری کیفیت کے ساتھ انجام دیے جاتے ہیں ؛لیکن اجروثواب کے اعتبار سے ان کا درجہ خدا تعالی کے یہاں ان اعمال کا سا ہوتا ہے جو اخلاص سے کیے جاتے ہیں، حدیث شریف میں ہے :"فَاِنْ لَمْ تَبْکُوْ فَتَبَاکُوا" اگر دعا میں رونا نہ آئے تو رونے کی سی صورت اختیار کرلو۔

غزوۂ حنین سے واپسی کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر نماز کے لیے پڑاؤ ڈالا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو مشرکین کے کچھ بچے جو وہاں کھیل کود میں مصروف تھے اذان کا مذاق اڑانے لگے ،ان بچوں میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے قریب بلایا اور دوبارہ اذان کے کلمات کہلوائے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت سولہ برس تھی ان کلمات کا مفہوم وہ خوب سمجھتے تھے یہ ان کے مشرکانہ عقیدے سے متصادم تھا؛ اس لیے انھوں نے جھجکتے ہوئے شہادت کے الفاظ کہے؛ مگر اِسے ان الفاظ کی تاثیر کہیے یا اعجازِ مسیحائی کہ اس کا اثر ان کی روح میں اترتا چلا گیا۔

ماحول کی اثر انگیزی حکومت کے قوانین سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے؛ چنانچہ حدود وتعزیرات کے ذریعے اس طرح جرائم پر قابو نہیں پایا جاسکتا جس طرح اچھی تربیت انسان کو جرائم سے باز رکھ سکتی ہے،تعزیرات اور سزائیں گناہوں کا خوف تو دل میں پیدا کرسکتی ہیں ؛لیکن گناہوں کی نفرت دل میں نہیں بٹھاسکتیں؛ اس لیے اسلام نے معاشرہ کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے ،جب تک ایک اچھا ماحول پیدا نہ ہوجائے کوئی صالح معاشرتی انقلاب رونما نہیں ہوسکتا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے والدین کو حکم فرمایا کہ:"مُرُوْا أولادَکم بالصلاۃِ وَھُمْ أبناءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ أبناءُ عَشْرٍ" (احمد ۲/ ۱۸۰ ابوداؤد ۱/ ۱۳۳) اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں اور ترکِ نماز پر ان کو مارو جب وہ دس برس کے ہوجائیں، تاکہ ابتدا سے انھیں اچھا اور بہتر ماحول ملے اور آگے چل کر ان کی شخصیت کی تعمیر صحیح خطوط پر ہوسکے۔

نیک صحبت کی اہمیت

قرآن وسنت میں بار بار تاکید کے ساتھ صالحین کی صحبت اختیار کرنے، مجالسِ خیر میں بیٹھنے اور بری صحبت سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

یاأیھاالذین آمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین (توبہ) اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے ارشاد فرمایا کہ **"لَاتُصَاحِبْ الّا مؤمنًا وَلایَأکُلُ طَعَامَکَ الاّ تَقِیٌّ"** (ابوداؤد) تم مومن کے علاوہ کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور تمہارا کھانا صرف متقی لوگ کھائیں۔

یہ ہے اسلام کا تصورِ محبت ودوستی، دوستوں کے عقائد واعمال اور افکار ونظریات انسان پر بہت گہرا اثر ڈالتے ہیں؛ اس لیے دوست کے انتخاب سے پہلے بہت غور وفکر کی ضرورت ہے۔

آپصلی اللہ علیہ وسلمنے ارشاد فرمایا: **"المرءُ عَلی دِینِ خَلِیْلِه فَلْیَنْظُرْ أَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ"** (مسند احمد، ترمذی) انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے؛ اس لیے تم میں سے ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کررہا ہے۔

جس طرح اہلِ صدق واہلِ تقویٰ کی صحبت انسان کی زندگی پر مثبت اثر ڈالتی ہے، اسی طرح برے لوگوں کی صحبت وہم نشینی کے منفی اثرات بھی زندگی پر پڑتے ہیں، رسول صلی اللہ علیہ وسلمنے ایک دل نشیں مثال کے ذریعہ اس کی وضاحت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ برے ہم نشیں اور اچھے ساتھی کی مثال عطار اور لوہار کی سی ہے، اچھا ساتھی عطر فروش کی طرح ہے کہ یا تو وہ تمھیں عطر تحفۃً دیگا یا تم اس سے عطر خرید کروگے یا کم ازکم تم اس کے پاس اس کی پاکیزہ خوشبو سے لطف اندوز ہوگے، برا ساتھی بھٹی میں دھونکنے والے کی طرح ہے جو یا تو تمہارے بدن اور کپڑے کو جلادے گا یا تم اس کی بدبو پاوگے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: **"لَاتُجَالِسْ أهلَ الأهواءِ فَانَّ مُجَالَسَتَهُمْ مُمَرِّضَةٌ لِلقلبِ"**

بروں کی صحبت میں نہ بیٹھو؛اس لیے کہ ان کی صحبت دل اور روح کو بیمار کردیتی ہے۔

بروں کی صحبت دین وایمان کو تباہ کردیتی ہے اور انسان کو راہِ حق سے منحرف کردیتی ہے ، بروں کو دوست رکھنے والا قیامت میں پشیمان اور شرمندہ ہوگا ، وہ کہے گا کہ اے کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا ، اس نے مجھے حق حاصل ہونے کے بعد راہِ حق سے پھیر دیا۔

وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُولُ یَالَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِیلاً یَاوَیْلَتٰی لَیْتَنِی لَمْ أَتَّخِذْ فُلَاناً خَلِیلاً لَقَدْ أَضَلَّنِی عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ إِذْ جَائَنِی (الفرقان)

اور جس دن ناعاقبت اندیش ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کھائے گا اور کہے گا کہ اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا ، اے کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا ، اس نے مجھ کو کتاب نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا۔

اس کے برخلاف نیکوں کی صحبت بگڑے ہوؤں کو سنوار دیتی ہے ، ان کی نگاہ کا فیض مِسِ خام کو کُندن بنا دیتا ہے ، قتل وغارت گری کے خوگر اور انسانیت کے دشمن جب ان کی صحبت میں بیٹھتے ہیں تو امن کے سفیر اور حق کے پرستار بن کر نکلتے ہیں۔

نبیصلی اللہ علیہ وسلمکے فیضِ تربیت نے حضراتِ صحابہ کو آسمانِ ہدایت کا درخشندہ ستارا بنادیا ، یہ آپ کی صحبت کا فیض تھا کہ ذرے آفتاب وماہتاب بن گئے ، جو گم کردہ راہ تھے وہ اوروں کے ہادی بن گئے۔

مدرسۂ نبوت کے خوشہ چینوں سے جنھوں نے اکتسابِ فیض کیا ، انھیں تابعی ہونے کا شرف حاصل ہوا ، انھوں نے نبوت سے قریب کا زمانہ پایا تھا؛ اس لیے وہ اخلاص وللّٰہیت ، دیانت وتقوی اور انابت الی اللہ میں صحابہ کی ہو بہو تصویر تھے۔

حضراتِ تابعین کی نگاہِ لطف ومحبت نے تبع تابعین کو اخلاق واخلاص کا گوہرِ نایاب بنادیا۔

یہ سب کرشمے تھے اہلِ سعادت کی صحبت وہم نشینی کے۔

جمالِ ہم نشیں درمن اثر کرد		وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

لیکن یہ تو ان زمانوں کا ذکر ہے جن کے خیر اور تمام زمانوں سے بہتر ہونے کی خبر خود رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، ظاہر ہے کہ قیامت تک کے زمانوں تک ان کا امتداد نہیں ہوسکتا تھا۔

چنانچہ حضرات صحابہ وتابعین اور اتباع تابعین کے بعد انسانوں کی اخلاقی وعملی تربیت اور روحانی اصلاح کا کام بزرگان دین اور روحانی پیشواوں نے انجام دیا، انھوں نے انسانوں کو محبت وانسانیت اور خداترسی کا درس دیا، گم کردہ راہوں کو منزل سے آشنا کیا، وہ دلوں کے چاک کو سینے اور بکھرے انسانوں کو ایک رشتہ میں پرونے کا کام کرتے رہے، ان کے وجود سے یہ دنیا کبھی خالی نہیں رہی، ان کی سیرت کا اعجاز اور ان کے اخلاق کی پاکیزگی ہمیشہ غفلت شعار انسانوں کے لیے مہمیز کا کام کرتی رہی۔

ان کی صحبت وہم نشینی کے بغیر نیکیوں کی طرف دل کا رجحان و میلان نہیں ہوسکتا اور نہ گناہوں کی نفرت دل میں پیدا ہوسکتی ہے؛ اس لیے قرآنِ مجید نے اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے کہا: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّٰهَ وَكُونُواْ مَعَ الصَّادِقِينَ" اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ایسے لوگوں کی معیت وصحبت اختیار کرو جو اپنے اقوال وافعال اور ایمان میں سچے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ اے نبی اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جمائے رکھیے جو شب وروز خدا کی طاعت وعبادت میں مصروف رہتے ہیں، جو فقط خدا کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اس کی مرضی پر رضامند رہتے ہیں۔

مولانا رومؒ نے صالحین کی صحبت کے اثرات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

یک زمانہ صحبتے با اولیاء		بہتر از صدسالہ طاعتِ بے ریا
ہرکہ خواہی ہم نشینی باخدا		او نشیند صحبتے با اولیاء

اولیاء کرام کی صحبت میں گذارے ہوئے لمحات سوسالہ بے ریا عبادت سے بھی بڑھ کر ہیں ،جو اللہ تعالی کی قربت کی تمنا اور آرزو رکھتا ہے اسے چاہیے کہ صالحین کی صحبت اختیار کرے۔

بعض عارفین کا قول ہے :"کونوا مع اللہ فان لم تقدروا فکونوا مع من یکون مع اللہ ،اللہ کی معیت اختیار کرو اگر اس کی قدرت نہ ہو تو اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو۔

فتنوں کے دور میں

موجودہ دور فتنوں کی طغیانی کا ہے،ذرائع ابلاغ کی وسعت،سائنس وٹیکنالوجی کی ترقیات،بے حیائیوں کے فروغ اور پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا کے ذریعہ پھیلائے جانے والے فحش لٹریچر نے اخلاقی طور پر معاشرے کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کردیا ہے، ایسے وقت میں اس کی اشد ضرورت ہے کہ اخلاقی اور روحانی قدروں کو فروغ دیا جائے۔ اخلاقی انحطاط کا سد باب کیا جائے،بری صحبت اور برے ماحول سے خود بھی بچا جائے اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی تلقین کی جائے،معاشرے کے فساد اور بگاڑ کو دور کرنے کے لیے سنجیدہ اقدامات کیے جائیں۔

اس کے بغیر نہ معاشرہ کی اصلاح کا کام شرمندۂ تکمیل ہو سکے گا اور نہ ہم ایک ایسی نسل تیار کرسکیں گے جو عہدِ حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ کر سکے اور علمی اور عملی میدانوں میں کوئی نمایاں اور قابلِ ذکر خدمت انجام دے سکے۔

خریدار حضرات سے!

اگر آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہو تو فوراً/150 روپئے ارسال فرمائیں۔
خط و کتابت کرتے وقت اپنا پتہ انگریزی میں اور خریداری نمبر لکھنا ہرگز نہ بھولیں۔
ہمارے دفتر سے براہ راست رابطہ کیلئے 0132-2655542 فون نمبر ملائیں (ادارہ)

چندہ دینے والوں اور چندہ لینے والوں سے
چند گذارشات

مفتی شعیب احمد بستوی معین مفتی دارالافتاء جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

دین اسلام کی بنیاد جن پانچ ارکان پر ہے ان میں سے ایک اہم رکن زکوٰۃ ہے قرآن کریم میں نماز کے بعد سب سے زیادہ تذکرہ زکوۃ ہی کا ہے بلکہ اکثر جگہ نماز کے ساتھ ہی اس کا تذکرہ ہے جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کے بہت سے پہلو ہیں مگر اس وقت اس کے ایک خاص پہلو کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے کیونکہ رمضان المبارک قریب آ رہا ہے اور اکثر لوگ اپنی زکوۃ اسی ماہ مبارک میں ادا کرتے ہیں، اس لئے حدیث پاک ”الدین النصیحة“ دین سراسر خیرخواہی ہے کے تحت چند باتیں عرض ہیں:

(۱) پہلی بات جو سب سے اہم ہے وہ یہ کہ ہر زکوۃ دینے والا شخص کسی معتبر عالم یا مفتی سے اپنے کاروباری حالات کو صحیح صحیح بیان کر کے مسئلہ معلوم کرے کہ آیا اس پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں، اگر وہ بتائیں کہ زکوۃ فرض ہے تو..........

(۲) دوسرا مسئلہ یہ معلوم کیا جائے کہ کتنی مقدار فرض ہے اس کے لئے ضروری ہوگا کہ تمام مال کا مکمل حساب لگایا جائے (اندازہ کافی نہیں ہے) چاہے اس میں کتنا ہی وقت کیوں نہ لگ جائے اور جب صحیح اندازہ لگ جائے تو پھر مقدار فرض کو معلوم کر کے اس کو ادا کیا جائے، صرف اندازہ سے زکوۃ ادا کرنا کافی نہیں، اس میں بہت غفلت کی جاتی ہے جو قابل ترک ہے۔

(۳) جس طرح زکوۃ کی ادائیگی خود پر فرض ہے اسی طرح صحیح مصرف کی تحقیق اور اس مصرف تک پہونچانا بھی اپنی ذمہ داری ہے اس لئے اپنی زکوۃ ادا کرتے وقت اس بات کا

یقین ہونا ضروری ہے کہ جس کو آپ زکوۃ دے رہے ہیں وہ زکوۃ کا مستحق ہے، اگر کسی کو بلا تحقیق کے دیدیا اور وہ مصرف نہیں ہے تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اسی طرح اگر خود نہ دے کر کسی کو اپنا وکیل بنا رہے ہیں تو اس میں دو باتوں کا لحاظ ضروری ہے ایک تو وکیل معتبر اور معتمد ہو دوسرے یہ کہ اسکو سخت تاکید کی جائے کہ تحقیق کے بعد ہی کسی کو زکوۃ دے، ہر کس و نا کس کو وکیل بنانا درست نہیں۔

(۴) جن اہل مدارس کو زکوۃ کی رقم دیں تو اس بات کی تحقیق ہونی چاہئے کہ آیا ان کے یہاں اس کے مصارف موجود ہیں یا نہیں، صرف ظاہری شکل وصورت یا تعلقات کی بناء پر یا علاقہ کی وجہ سے بغیر تحقیق کے دینا اپنے فریضۂ زکوۃ کی ادائیگی کو خطرہ میں ڈالنا ہے اس لئے کہ مدرسہ کی طرف سے جو لوگ آتے ہیں وہ اس کے مصرف نہیں بلکہ وہ اہلِ مدرسہ کے وکیل اور دوسری طرف سے زکوۃ دہندہ کے وکیل ہوتے ہیں، آنے والا شخص آپ کی طرف سے صرف وکیل ہوتا ہے صحیح مصرف تک پہونچانے کا، اس سے زائد اس کی حیثیت نہیں، لہٰذا اس کا بھی معتمد اور معتبر ہونا ضروری ہے۔

(۵) بغرض تحصیل چندہ جو لوگ بھی آئیں بالخصوص مدارس کے علماء قراء حفاظ کرام وغیرہ، یہ حضرات چندہ دینے والوں کے محسن ہیں کیونکہ یہ آپکی ذمہ داری کو بغیر کسی عوض کے اپنے ذمہ لیتے ہیں اس لئے کہ مصرف تک پہونچانا آپ کی ذمہ داری ہے لہٰذا ان آنے والوں کی قدر کریں، خوش اخلاقی سے پیش آئیں، اکرام واحترام کا معاملہ کریں، ان کی تحقیر، تذلیل اور توہین سے بچیں بہت سے حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے یہاں لائنیں لگواتے ہیں انتہائی بے اعتنائی، بے مروتی، جارحانہ اور تحکمانہ لہجہ، ترش روئی اور چبھتے جملوں کے تیر ونشتر کے ساتھ بات کرتے ہیں ان کے رویہ سے ایسا لگتا ہے کہ اس فقیر بےنواء پر انعام واکرام کی بارش برسا رہے ہیں، یاد رکھیں کہ انھیں علماء وحفاظ کی بدولت اللہ رب العزت نے دین اسلام کو اور آپ کے دینی تشخص اور آپ کی پہچان کو باقی رکھا ہوا ہے لہٰذا ان کی قدر کرو انھیں عزت دو، ان کے شکر گذار بنو۔

چندہ وصول کرنے والوں سے چند باتیں

(۱) آپ حضرات اپنے مقام و مرتبہ کو پہچانیں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث دین اسلام کے نمائندے ہیں آپ کے کسی قول وعمل سے دین اسلام کو اور علماء کرام کی جماعت کو کوئی عیب نہ لگے روزہ، نماز، تراویح کا اہتمام کریں سفر کا بہانہ بنا کر اپنے کو ان طاعات وعبادات کے ثواب سے محروم نہ کریں۔

(۲) خودداری اور خود اعتمادی پیدا کریں، کذب بیانی، دھوکہ وفریب، غلط رپورٹ اور جائزہ پیش کرنا اور وہ بھی رمضان جیسے مبارک مہینہ میں روزہ کی حالت میں، کس قدر سنگین گناہ ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اس لئے اپنی عاقبت مت خراب کریں۔

(۳) ان اغنیاء کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل ورسوا نہ کریں، ان کی منت وخوشامد کرنا ان کے سامنے گڑ گڑانا قطعاً جائز نہیں، لگ لپٹ کر مانگنا پسندیدہ امر نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ چندہ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ دوسرے کے لئے ہے لہٰذا اپنی ذلت ورسوائی سے بچیں۔

(۴) اپنے اندر اس قدر اعتماد اور توکل پیدا کریں کہ ان مدارس، مساجد ومکاتب کو چلانے والی ذات اللہ کی ہے اگر دینے والا ایک ہاتھ رکے گا تو اللہ تعالیٰ دینے والے دوسرے دو ہاتھ پیدا کریں گے الحمدللہ بندہ کو اس کا خوب تجربہ ہے اگر کوئی منت وخوشامد کو پسند کرتا ہو یا چندہ دیکر احسان جتلاتا ہو اس کے پاس بالکل نہ جائیں، بلکہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔

اوپر جو باتیں عرض کی گئی ہیں وہ سنی سنائی نہیں بلکہ آنکھوں دیکھا حال ہے گمان کی باتیں نہیں بلکہ حقیقت اور امر واقعہ ہیں۔

حقیقت پر مبنی ہے ساری حکایت		سنی اور سنائی نہیں ہے روایت
تو للہ وہ بھی معافی مجھے دے		اگر بارِ خاطر ہوا ہو کسی کے

ماہِ رمضان: حصولِ تقویٰ کا بہترین ذریعہ

ابو جندل قاسمی
خادم تدریس مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفر نگر یوپی

رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کی آمد آمد ہے، یہ مہینہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے، اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار وبرکات کا سیلاب آتا ہے اور اس کی رحمتیں موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہیں، مگر ہم لوگ اس مبارک مہینے کی قدر ومنزلت سے واقف نہیں، کیونکہ ہماری ساری فکر اور جدو جہد مادّیت اور دنیاوی کاروبار کے لئے ہے، اس مبارک مہینے کی قدر دانی وہ لوگ کرتے ہیں جن کی فکر آخرت کے لئے اور جن کا محور مابعد الموت ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وشَعْبَانَ وبَلِّغْنَا رَمَضَانَ، (شعب الایمان ۳/ ۳۷۵) اے اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجئے، یعنی ہماری عمر اتنی دراز کر دیجئے کہ ہمیں رمضان کا مہینہ نصیب ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لِکُلِّ شَیْئٍ زَکوٰۃٌ وَزَکوٰۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ۔ (ابن ماجہ ص ۱۲۵) ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ہے اور بدن کی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ''روزہ'' ہے۔

روزے کا مقصد تقویٰ ہے، اسی تقویٰ کے حصول کے لئے اس آخری امت پر سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کئے گئے، اسی کے ساتھ ساتھ اس مہینے میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام قائم کیا گیا جس کو ''تراویح'' کہا جاتا

ہے، جس کی وجہ سے اس مبارک مہینے کی نورانیت اور تاثیر میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، اور ان دونوں عبادتوں کے احادیث شریفہ میں بہت زیادہ فضائل ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

لیکن صرف روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کی حد تک بات ختم نہیں ہوتی بلکہ اس ماہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ غفلت کے پردوں کو دل سے دور کیا جائے، گزشتہ گیارہ مہینوں میں جو گناہ ہوئے ان کو معاف کرا کر آئندہ گیارہ مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے استحضار اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے ساتھ گناہ نہ کرنے کا داعیہ اور جذبہ دل میں پیدا کیا جائے، اسی کو ’’تقویٰ‘‘ کہا جاتا ہے۔

چند ایسی چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جن پر عمل کر کے ہمیں روزے کا مقصد (تقویٰ) اور رمضان المبارک کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

عبادت کی مقدار میں اضافہ: رمضان المبارک کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لئے اپنی عبادت کی مقدار میں اضافہ کرنا ہے، دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ان کو اس مبارک ماہ میں پڑھنے کی کوشش کریں، مثلاً: مغرب کے بعد سنّتوں سے الگ یا کم از کم سنّتوں کے ساتھ چھ (۶) رکعت اوّابین پڑھیں۔

عشاء کی نماز سے چند منٹ پہلے آ کر چار رکعت یا دو رکعت نفل پڑھیں، سحری کھانے کے لئے اٹھنا ہی ہے تو چند منٹ پہلے اٹھ کر کم از کم چار رکعت تہجد پڑھ لیں۔

اسی طرح اشراق اور چاشت کی چند رکعتیں تو پڑھ ہی لیں۔

ظہر کے بعد دو سنّتوں کے ساتھ دو رکعت نفل اور عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھ لیں کیوں کہ نماز کا خاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالی کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے اور اس کے ساتھ تعلق قائم کراتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالی کا قرب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث شریف میں ہے: اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَھُوَ سَاجِدٌ، (مسلم) یعنی بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، اللہ تعالی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تلاوتِ قرآنِ کریم کی کثرت: دوسرا کام یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کا خاص اہتمام کرنا ہے، کیوں کہ رمضان المبارک کے مہینے کو قرآن کریم کے ساتھ خاص مناسبت اور تعلق ہے، اسی مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا، ارشادِ مبارک ہے:شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ،(بقرہ ۱۸۵) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔(بخاری ۱/ ۳)

تمام بزرگانِ دین کی زندگیوں میں یوں تو قرآنِ کریم میں اشتغال بہت زیادہ نظر آتا ہے، لیکن رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی تلاوت کے معمول میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا، چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس مبارک مہینے میں ایک قرآنِ کریم دن میں، ایک رات میں، اور ایک تراویح میں، اس طرح اکسٹھ (۶۱) قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔ماضی کے ہمارے تمام اکابر (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے لے کر محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ، فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنیؒ وغیرہم) کا رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآنِ کریم کا معمول دیدنی ہوتا تھا۔

لہٰذا ہم کو بھی اس مبارک ماہ میں عام دنوں کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار زیادہ کرنی ہے، عام آدمی کو بھی روزانہ کم از کم تین پارے پڑھنے چاہئیں، تا کہ پورے مہینے میں کم از کم تین قرآنِ کریم ختم ہوجائیں۔

تراویح میں قرآنِ کریم صحیح پڑھنے اور سننے کا اہتمام: اس مبارک مہینے میں ہر مؤمن کو اس بات کی بھی فکر کرنی ضروری ہے کہ تراویح میں قرآنِ مجید صحیح اور صاف صاف پڑھا جائے، جلدی جلدی اور حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھنے سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ اس طرح قرآنِ کریم پڑھنا اللہ کے کلام کی عظمت کے خلاف ہے، نیز پڑھنے والے کو خود قرآنِ کریم بددعا دیتا ہے۔(احیاء العلوم) اس طرح قرآن کریم پڑھنے والا اور سننے والے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ حافظ صاحب نہایت تیز گامی کے ساتھ حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھتے چلے جارہے ہیں، ایک سانس میں سورۂ فاتحہ کو ختم کردیا جاتا ہے، صحیح

طریقے سے رکوع، سجدہ اور تشہد ادا نہیں ہورہا ہے، چالیس پینتالیس منٹ میں پوری نماز ختم، اب گھنٹوں مجلسوں میں بیٹھ کر گپ شپ ہورہا ہے اور حافظ صاحب و سامعین میں سے کسی کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم نے قرآنِ کریم کی توہین میں کتنا حصہ لیا، اور رمضان کی مبارک ساعتوں میں کتنی بے برکتی اور قرآن کریم کی کتنی بد دعالی؟

استغفار کی کثرت: چوتھا کام یہ کرنا ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنی ہے، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی پہلی، دوسری اور تیسری سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے ''آمین'' فرمایا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پوچھنے پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام میرے سامنے آئے تھے، اور جب میں نے منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا آمین، الیٰ آخر الحدیث۔ (مستدرک حاکم ۴/۱۷۰، الترغیب والترہیب ۲/۵۶)

ظاہر ہے کہ اس شخص کی ہلاکت میں کیا شبہ ہے جس کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام بد دعا کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہیں، اس لئے اس مبارک مہینے میں نہایت کثرت کے ساتھ گڑگڑا کر اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرے۔

صدقات کی کثرت: رمضان المبارک میں نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرنی چاہئے، حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا پورے سال ہی موجزن رہتا تھا، لیکن ماہِ رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکے مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں، (بخاری شریف ۱/۳) جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اس کو ضرور نوازتے۔

لہٰذا ہم کو بھی اس بابرکت مہینے میں اس سنت پر عمل کرتے ہوئے صدقات کی کثرت کرنی چاہئے۔

گناہوں سے پرہیز: رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے پرہیز کرنا

نہایت ضروری ہے، ہر مؤمن کو یہ طے کرلینا چاہئے کہ اس برکت ورحمت اور مغفرت کے مہینے میں آنکھ، کان اور زبان غلط استعمال نہیں ہوگی، جھوٹ، غیبت، چغلخوری اور فضول باتوں سے مکمل پرہیز کرے، یہ کیا روزہ ہوا کہ روزہ رکھ کر ٹیلی ویژن کھول کر بیٹھ گئے اور فحش وگندی فلموں سے وقت گزاری ہورہی ہے، کھانا، پینا اور جماع جو حلال تھیں ان سے تو اجتناب کرلیا لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر کسی کی غیبت ہورہی ہے، چغلخوری ہورہی ہے، جھوٹے لطیفے بیان ہورہے ہیں، اس طرح روزے کی برکات جاتی رہتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرابَہٗ۔** (بخاری ۱/۲۵۵) جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کام اور باطل کلام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی روزے کے مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معصیات ومنکرات سے بھی زبان ودہن اور دوسرے اعضاء کی حفاظت کرے، اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ کی باتیں اور گناہ والے اعمال کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پرواہ نہیں۔ (معارف الحدیث ۴/۱۱۱، ۱۱۲)

ان تمام شرعی احکامات کا مدّعا یہ ہے کہ روزے کے مقصد (تقویٰ) اور رمضان المبارک کی برکتوں اور رحمتوں کے حصول کے لئے معصیات ومنکرات سے پرہیز نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر تقوے کی سعادت سے متمتع نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رمضان المبارک کی قدردانی کی توفیق بخشے، اور اس بابرکت مہینے کے اوقات کو صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یارب العلمین۔

عصمت دری
اسباب اوران کا سد باب

مولانا محمد اکرم غنا مظاہری
مدرسہ اسلامیہ فیض القرآن علی نگر حیدرآباد تلنگانہ

ہندوستان کے موجودہ پرآشوب حالات میں عورتوں کی عزت وعصمت کی پامالی ایک عام سی بات بن چکی ہے، آئے دن اخبارات اور خبروں میں دیکھنے کو ملتا ہے کہ ”فلاں علاقہ میں عورت کے ساتھ ریپ اور زنا بالجبر کا معاملہ پیش آیا“ اس طرح کے واقعات نے انسانی معاشرہ کا رہا سہا سکون وآرام بھی ختم کر دیا، عوام الناس سے ایوانِ حکومت تک عصمت دری کے سدّ باب کی آواز بلند ہو رہی ہے اور خواتین کے تحفظ کیلئے نئے نئے قوانین بنائے جارہے ہیں؛ لیکن یہ تمام قوانین ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ کا مصداق بنتے جارہے ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ عصمت دری کے اسباب کے خلاف کوئی مثبت کارروائی نہیں کی جارہی ہے، ساری کدو کاوش ان اسباب پر مرتب ہونے والے واقعات پر ہو رہی ہے، جبکہ کاروائی کرتے ہوئے تمام اسباب کی تحقیق کر کے ان پر پابندی لگانی چاہئے۔

اسباب عصمت دری

اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی بقاء وتحفظ کے لئے انسان کے اندر جنسی طاقت وقوت ودیعت کی ہے، یہ ایک ایسی طاقت ہے کہ جب بھی مرد وزن کا اختلاط یا ایک دوسرے کا دیدار ہو تو فطری طور پر وہ طاقت جاگ جاتی ہے اور اپنا کام کرنا چاہتی ہے، جس طرح ناک کان آنکھ خود بخود فطری طور پر اپنا عمل شروع کر دیتے ہیں، موجودہ معاشرے میں اس طاقت کے بیدار ہونے کے بے شمار مواقع ہیں جس سے انسان اس فطری وجنسی طاقت کے بیدار ہونے پر اس کی تکمیل پر مجبور ہو جاتا ہے اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے ناجائز طریقہ اختیار

کرتے ہوئے یا تو کسی کو راضی کرلیتا ہے (جو عالم انسانیت کیلئے انتہائی خطرناک جرم ہے؛ مگر افسوس! حکومت اس کو جرم نہیں مانتی) یا پھر اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے زبردستی اس پر حملہ کرتا ہے اسی کو عصمت دری کہتے ہیں جو حکومت کی نگاہ میں بھی جرم ہے، اس مختصر مضمون میں تمام اسباب کا احاطہ تو نہیں ہوسکتا البتہ چند اسباب کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱— بے پردگی و بے حجابی: غیر ساتر لباس دو طرح کے ہیں، ایک ناقص لباس جس سے جسم کا بعض حصہ کھلا رہتا ہے دوسرا تنگ لباس جس سے تمام اعضاء کی ساخت بالکل واضح ہوجاتی ہے، افسوس! برقع (اسلامی لباس) کو بھی تنگ استعمال کیا جارہا ہے جس سے تمام اعضاء کی ساخت ظاہر ہوجاتی ہے، مذکورہ بالا دونوں قسم کے لباس میں عورت کے اندر کشش پیدا ہوتی ہے جس سے عورت مردوں کی ہیجان کا سبب بنتی ہے، اور یہی بسا اوقات عصمت دری کا سبب بن جاتا ہے۔

۲— اختلاط مردوزن: مرد و زن کا اختلاط زندگی کے تمام شعبہ جات میں ہو چکا ہے، اختلاط شیطان کا بہت بڑا ہتھیار ہے اس سے انسان کا بچنا انتہائی مشکل ہوتا ہے تقریبا تمام لوگ شیطان کے اس جال میں پھنس جاتے ہیں، الا یہ کہ کوئی ولی کامل ہو جو اس فتنے سے اپنے دامن کو بچالے یا کوئی پاگل ہو جس کو ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں، یہ صورت پہلی صورت سے زیادہ خطرناک ہے اور اس سے عصمت دری کے واقعات زیادہ واقع ہوتے ہیں۔

۳— فحش پروگرام: فحش پروگرام خواہ موبائل میں ہو یا ٹی وی یا انٹرنیٹ یا کسی اور میں، یہ شیطان کا وہ ہتھیار ہے جو عصمت دری کا محرک اور اس کی بنیاد ہے، افسوس! حکومت نے اس کی کھلم کھلا اجازت دیدی ہے، لیکن جب فحش پروگرام دیکھنے والا فحش پروگرام کو دیکھ کر بری طرح متأثر ہوتا ہے تو جذبات سے مغلوب ہو کر کسی بھی صنف نازک پر حملہ آور ہوجاتا ہے، اور عصمت دری کا شکار پانچ چھ سال کی بچی سے چالیس پچاس سال تک کی خواتین ہوتی ہیں، فحش پروگرام شریف لوگوں کو بھی متأثر کردیتا ہے چونکہ عوام الناس کے خوف سے بدنظری اور اختلاط سے بہت لوگ محفوظ رہتے ہیں؛ مگر فحش پروگرام انتہائی تنہائی میں خفیہ انداز میں دیکھا جاتا ہے

قریب میں بیٹھنے والے کو بھی خبر نہیں ہوتی، اور اس کا نشہ اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ بسا اوقات بے غیرت انسان انسانیت کی حدوں کو پار کر کے اپنی محرمات ہی کی عصمت پر حملہ کر دیتا ہے جس کے بیشمار واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ دکھ اور تکلیف کی بات یہ ہے کہ ان فحش پروگراموں کو نشر کرنے اور پھیلانے پر حکومت کی طرف سے اجازت ہوتی ہے، ہائے عوام کے محافظ حکمراں!!!

۴۔ جنسی تعلیم: فحش پروگرام تو وہ لوگ دیکھتے ہیں جن کے پاس اسباب ہیں اور عموماً لوگوں سے چھپ کر تنہائی میں دیکھنے کا موقع ملتا ہو؛ مگر جنسی تعلیم تو ایسا خطرناک ہتھیار ہے گویا ننگی تلوار ہے جو طلباء وطالبات کے حوالہ کردی جاتی ہے کہ جو جس کا چاہے قتل عام کرے، اف! اس گندی و بے حیا چیز کو تعلیم کا نام دیا گیا ہے جس سے انسانیت تباہ و برباد ہو رہی ہے، اس جنسی تعلیم کی وجہ سے بہت سے شریف خاندان کے طلباء وطالبات بھی فطرت انسانی کے باغی ہو کر ایسے سنگین جرائم کا شکار ہو رہے ہیں جن کے برے نتائج سے متأثر ہو کر والدین زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ کسی کے سامنے چہرہ دکھانا نہ پڑے۔

۵۔ شادی میں تاخیر: انسان جب بالغ ہو جاتا ہے اس کی جنسیت جاگ اٹھتی ہے ماں باپ کا فریضہ ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کی شادی کرادیں، مگر عموماً اس طرف توجہ نہیں دی جاتی ہے، شادی میں تاخیر کی مختلف وجوہات ہیں:

بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنا: بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنے کی وجہ سے شادی میں بہت تاخیر ہوتی ہے جس کی وجہ سے تقاضۂ نفس کی تکمیل کے لئے کوئی جائز طریقہ نہیں ہوتا، لہٰذا غیر فطری و ناجائز طریقہ اختیار کرنے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے، مرد و عورت سب اس مرض میں مبتلا ہیں۔

شادی کے اخراجات: آج کل شادیوں کے اخراجات اس قدر زیادہ ہو چکے ہیں کہ شادی کی بات ذہن میں آتے ہی انسان حیران و پریشان ہو جاتا ہے اور اس کے انتظام میں ایک لمبا عرصہ گذر جاتا ہے، بچی کا مسئلہ تو اور سنگین ہے کہ ظالم و خونخوار مرد کے مطالبۂ جہیز کی

تکمیل نہ کرنے کی وجہ سے والدین ایک لمبی مدت تک اپنی بچیوں کو بن بیاہی رکھتے ہیں

حرص مال: شادی کی تاخیر کی ایک وجہ ماں باپ کا حرصِ مال ہے بہت سے والدین اولاد کی کمائی کو اپنے قبضے میں کرنے کے ارادے سے اپنی اولاد کی شادی نہیں کراتے ہیں، الغرض کوئی بھی وجہ ہو شادی کی تاخیر کی وجہ سے بھی اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں۔

۶-عورت کے عزت واحترام کا ختم ہونا: عزت واحترام اسقدر اہم ہے کہ مذکورہ بالا تمام اسباب کے باوجود اگر کسی انسان کے دل میں عورت کی عزت اور اسکا احترام ہو تو وہ کبھی بھی اس قسم کی ہمت وجرأت نہیں کرسکتا ہے، عورت کا احترام ختم ہو چکا ہے بس مردوں کے لئے جنسی لذت کا ذریعہ بن چکی ہے، نہ مردوں نے اس کی عزت کا خیال کیا اور نہ ہی خود عورت نے اپنے مقام ومرتبے کو پہچان کر اپنی حفاظت کی فکر کی۔

عصمت دری کا سد باب

عصمت دری کے سد باب کے لئے حکومت کی قانون سازی اور دانشوروں کی تدابیر کا خلاصہ اور ان سب کا لب لباب یہ ہے کہ عورت مظلوم ہے اور مرد ظالم، لہٰذا مرد کے خلاف سخت سے سخت احکام جاری کئے جائیں تا کہ ان سخت قوانین کی پاداش میں عصمت دری کا خاتمہ ہو جائے، اسی کے ساتھ ساتھ عصمت دری کے اسباب ووجوہات پر غور کر کے اسباب پر پابندی عائد کرنا ہوگا ورنہ عصمت دری کے واقعات بھی بدستور باقی رہیں گے۔

پہلی وجہ بے حجابی وبے پردگی ہے، لہٰذا عورتوں کو ایسے لباس کا پابند بنایا جائے جس سے اس کا جسم ڈھکا وچھپا رہے، ڈھکی چھپی رہنے سے عورت محفوظ رہے گی اور اس پر کسی درندہ صفت انسان کی نظر نہیں پڑیگی جس سے تمام حادثات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ حکومت کو چاہیے کہ کپڑا ساز کمپنیوں پر جسم جھلکنے والا لباس بنانے پر پابندی لگائے، اور ناقص لباس سلنے اور سلانے والے دونوں کو مجرم قرار دے۔

تمام شعبہ ہائے زندگی میں اختلاط مرد وزن کا خاتمہ کیا جائے شعبۂ تعلیم میں مرد وخواتین

کیلئے الگ الگ ادارے قائم کئے جائیں، سفر میں بھی اختلاط سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے۔

الکٹرانک و پرنٹ میڈیا میں شائع ہونے والے فحش پروگراموں پر پابندی لگائی جائے ،افسوس! حکومت ایک طرف عصمت دری کے سد باب کا دعویٰ کرتی ہے دوسری طرف شہوت انگیز مناظر و مضامین کی اشاعت کی کھلی آزادی دے رکھی ہے، اور ان مناظر کے شائع کرنے والوں سے بڑی مقدار میں ٹیکس وصول کرتی ہے، ہائے بربادی! عوام الناس کی عزت وآبرو لٹا کر حکومت اپنی دولت جمع کر رہی ہے اور اپنے آپ کو عوام کا مسیحا کہلاتی ہے۔

پورے ملک میں قحبہ گری عام ہے، یہ بھی حکومت کی طرف سے منظور شدہ ہوتا ہے، جس معاشرے میں قحبہ خانہ ہو اس معاشرے کے افراد کیلئے زنا کرنا بری چیز نہیں ہوتی ہے جب زنا کی قباحت اور اس کی شناعت کا احساس ختم ہو جائے گا تو پھر معاشرے میں عصمت دری کے واقعات بھی بے شمار ہوں گے، افسوس! یہ بھی حکومت کی اجازت سے ہوا کرتا ہے۔

حکومت ایک طرف اپنے آپ کو خواتین کا محافظ و مسیحا کہتی ہے، دوسری طرف تعلیم کے نام پر جنسی تعلیم اور آرٹ کے ذریعے خواتین کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والے درندوں کو تیار کر رہی ہے، عوام الناس کو چاہئے کہ جنسی تعلیم سے پرہیز کریں، اور حکومت کو چاہئے کہ جنسی تعلیم بند کرے، تب کہیں جا کر خواتین کی عصمت وآبرو محفوظ رہ سکتی ہے ورنہ وہ ہمیشہ جنسی ظلم کا شکار ہوتی رہیں گی۔

شادی میں تاخیر ہونے سے معاشرہ تباہی کا شکار ہو جاتا ہے، اگر شادی کی تاخیر تعلیم کی وجہ سے ہو رہی ہے تو والدین کو تعلیم سے زیادہ اپنی اولاد کی نفسیات اور بشری تقاضوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، اگر والدین کے اندر اتنی وسعت ہو کہ شادی کے بعد تعلیمی سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں تو ایسا ضرور کریں ورنہ تعلیم کو موقوف کر دیں، خصوصا بچیوں کو چونکہ ان کی اصل ذمہ داری تو تربیت اولاد ہے، پھر زندگی کا ایک قیمتی حصہ خرچ کر کے بڑی بڑی ڈگری حاصل کرنے کے کیا معنی؟ اور اگر کوئی

طالب علم واقعی قابل ہواور اس کے علم کی معاشرہ کو ضرورت ہو تو حکومت کو چاہئے کہ ایسے طلباء کی تعلیمی ذمہ داری لے، اسی طرح فلاحی ورفاہی تنظیموں کو ایسے طلباء کی مدد کرنی چاہئے! اور اگر شادی جہیز کی عدم فراہمی کی وجہ سے نہیں ہورہی ہے تو یہ معاشرہ کا ایک مہلک مرض ہے، جس کو ختم کرنے کی مکمل کوشش کرنی چاہئے، عوام الناس جہیز کا مطالبہ کرنے والوں کا بائیکاٹ کریں، اور حکومت تعزیری قانون نافذ کرے، جس سے جہیز کی وبا ختم ہو، اور اگر معاشرہ کا کوئی فرد انتہائی غربت میں ہے جو شادی کے ضروری فرائض کو بھی انجام نہ دے سکے تو ایسی غریب بچیوں کی شادی کا حکومت کو انتظام کرنا چاہئے، اسی طرح فلاحی تنظیموں اور معاشرہ کے باحیثیت افراد کو بھی یہ فریضہ انجام دینا چاہئے۔

خواتین کی عزت واحترام کو بحال کیا جائے، آج عورتوں کی عزت وآبرو بازاروں میں نیلام ہورہی ہے، تمام کمپنیاں اپنے اشتہارات کیلئے عورتوں کا سہارا لیتی ہیں، اگر اسی طرح عورتوں کی عزتیں پامال ہوتی رہیں تو اس پر حملہ کرنے میں کس کو کس بات کا خوف ہوگا، ضرورت اس بات کی ہے کہ عورت کی عزت وعصمت کا تحفظ کرتے ہوئے کمپنیوں کے اشتہارات پر پابندی لگائی جائے۔

حکومت خواتین پر خیر خواہی کے نام پر ریزرویشن دیتی ہے، مگر درحقیقت اس ریزرویشن میں ان کا تحفظ نہیں بلکہ ان پر ظلم ہے بلکہ تحفظ تو یہ ہے کہ ان کو ظالم وخونخوار مردوں سے علیحدہ رکھ کر ان کی ضروریات کی تکمیل کا مسئلہ حل کریں۔

موجودہ شہوت انگیز ماحول میں خواتین کا تحفظ ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے، عصمت دری کے واقعات سے پورے معاشرے میں ایک خوف طاری ہوچکا ہے ہر ایک سہا وڈرا ہوا ہے ایسے ماحول میں خواتین کا تحفظ ہر فرد بشر کی ذمہ داری ہے، لہٰذا عوام الناس وحکومت دونوں کی ذمہ داری ہے کہ مذکورہ بالا طریقے پر اسباب عصمت دری کے سدباب کی کوشش کریں! انشاء اللہ چند ہی دنوں میں حالات کا رخ بدل جائے گا۔

اہلِ خیر حضرات متوجہ ہوں

مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے ملک کے بیشتر علاقوں میں سفراء حضرات فراہمیٔ مالیات کا کام کررہے ہیں، یہ سفراء حضرات تقریباً سال کے اکثر حصہ میں اپنے حلقہ میں پہنچ کر فرائض منصبی انجام دیتے ہیں اور معاونین مدرسہ کے عطیات ان کی خواہش کے مطابق دینی مصرف پر خرچ کرنے کے لیے مدرسہ میں لاکر جمع کرتے ہیں۔

ماہ رمضان المبارک آنے والا ہے، اس مبارک مہینے میں خیر اور طاعات کی جانب لوگوں کا رجحان زیادہ ہوتا ہے اسی لئے امت کے اکثر حضرات اسی ماہ میں زکوٰہ، صدقات اور مدارس کے تعاون کی طرف راغب ہوتے ہیں، اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے ملک کے مختلف حلقوں میں جو سفرائے کرام سفر کرتے ہیں ان کی فہرست اور ان کا رابطہ نمبر شائع کردیا جائے تاکہ خیر کے متلاشی حضرات کے لئے سہولت ہو۔

نوٹ: واضح رہے کہ تمام سفراء کرام مدرسہ کے تنخواہ دار ملازم ہیں، کمیشن پر ادارہ ہرگز کام نہیں کراتا اور نہ ہی اس کو جائز سمجھتا ہے۔

نقشہ حلقہ جات سفراء کرام مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نمبر شمار	اسماء گرامی سفراء کرام	علاقـــــــــہ
۱	حافظ انیس الدین صاحب 9211314978	شہر دہلی قدیم وجدید
۲	مولانا محب الرحمن صاحب 9427326469	احمد آباد، بناس کانٹھا، سابرکانٹھا، مہسانہ، کچھ، بھوج (گجرات)
۳	مولانا فاروق اعظم صاحب 9407555569	مالی گاؤں، جلگاؤں، دھلیہ، آکولہ، امراوتی، بھوپال، ناگپور
۴	مولوی نجم الحسن صاحب 8172069592	کانپور، باندہ، جھانسی، قنوج، فرخ آباد، اناؤ، لکھنؤ فتح پور

۵	مولانا محمد اسرار صاحب 9997862244	شہر بمبئی
۶	مولانا محمد ہارون صاحب 8979202800	مرادآباد، رامپور، ہردوئی، بریلی، بہرائچ، شاہ جہانپور، سیتاپور، پرتاپ گڈھ
۷	مولانا مظفر عالم صاحب 9427810768	بھروچ، سورت، بلساڑ، نوساری، گجرات
۸	مولانا جمیل احمد صاحب 9359209995	آگرہ، علی گڈھ، فیروزآباد، متھرا، فریدآباد
۹	مولانا محسن عالم صاحب 9404729668	پونہ، ستارہ، کراڈ، کولہاپور، بیل گام، گوا، رتنا گری، شولاپور، (مہاراشٹر)
۱۰	مولانا محمد اشرف صاحب 9557857749	بلند شہر، سکندرآباد، خورجہ، ایٹہ، مین پوری، بدایوں
۱۱	مولانا رفیق احمد صاحب 9829438013	اجمیر، ناگور، اودے پور، جودھپور، بیکانیر، مکرانہ، سیکر، فتح پور، (راجستھان)
۱۲	مولانا ارشاد احمد صاحب 9908996963	حیدرآباد سکندرآباد، محبوب نگر، گلبرگہ، نیلور، ورنگل، چتور، گنٹور، (اے پی)
۱۳	منشی محمد یوسف صاحب 9917362193	سردھنہ، موانہ، باغپت، بڑوت، کھتولی، مظفرنگر
۱۴	حافظ ناصر صاحب 9411295655	جمنا نگر، پانی پت، کاندھلہ، کیرانہ، شاملی وغیرہ
۱۵	مولانا قطب الدین صاحب 7417371108	میرٹھ، وتحصیل میرٹھ، اورنگ آباد، لاتور، جالنہ، پربھنی، ہنگولی، ناندیڑ، عثمان آباد وغیرہ
۱۶	مولانا جشن الدین صاحب 9033714913	بڑودہ، پنچ محل، کھیڑہ، کاٹھیاواڑ، گودھرا (گجرات)
۱۷	حافظ مشرف علی صاحب 8859606183	بھیونڈی، واطراف بمبئی
۱۸	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری 9312721460	جعفرآباد، سیلم پور، لکشمی نگر، غازی آباد، اطراف دہلی، مصطفی آباد
۱۹	مولانا محمد امتیاز صاحب مظاہری 9449363177	شہر بنگلور، کرناٹک

۲۰	مولانا پرویز صاحب 9509690294	گنگانگر، کوٹہ بوندی، ٹونک، سوائی مادھوپور، جے پور (راجستھان)
۲۱	حافظ عطاء اللہ قمر صاحب 9917102626	روڑکی، ہری دوار، دہرہ دون (اتراکھنڈ)
۲۲	حافظ محمد عرفان صاحب 8393059963	قصبہ سرساوہ، چلکانہ، بہٹ وغیرہ، سہارنپور
۲۳	مولانا نور عالم صاحب 9837650686	ترکمان گیٹ، اطراف جامع مسجد، نظام الدین، اوکھلا، حوض رانی سنگم وہار، مہرولی، گڑگاواں وغیرہ
۲۴	مولانا نیر عالم صاحب 6200113817	چھتیس گڈھ و مدھیہ پردیش
۲۵	سید قاری عبد الرحمان صاحب 9756124970	گنگوہ، بجنور، مالیر کوٹلہ، بستی، گورکھپور

ساری دنیا صحیح رہنما پاگئی

حضرت مولانا فضل حق عارفؔ خیرآبادی

ہو مبارک تجھے اے دلِ مضطرب!، آج یاد نبی تجھ کو گرما گئی
ہوگیا ہے تو اب بے نیازِ جہاں راستے پر تری زندگی آگئی
ہر طرف تھیں جہالت کی تاریکیاں، مضمحل مضطرب تھے سبھی انس وجاں
آپ تشریک لائے اے فخرِ جہاں، ساری دنیا صحیح رہنما پا گئی
شعلہ زن چار سو ظلم کی بھٹیاں، خون آشامیاں اور سرمستیاں
آسمانِ ہدایت پہ پھر یک بیک رحمتِ حق کی کالی گھٹا چھا گئی
صنفِ نازک کی مت پوچھئے بے کسی، وہ مظالم کی چکی میں پیسی گئی
آخرش غیرت حق کو جنبش ہوئی، عرشِ اعظم سے سورہ نسا آگئی
کوہِ فاران سے ایک بادل اٹھا، جس کے دامن میں تھی راحت افزا ہوا
عارفؔ خوش نوا مرحبا مرحبا، روحِ انسانیت تازگی پا گئی

زکوٰۃ کے چند اہم مسائل

انتخاب : عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

زکوٰۃ کن لوگوں پر فرض ہے؟:

جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا (۸۷ گرام ۴۸۰ ملی گرام) یا ساڑھے باون تولہ چاندی (۶۱۲ گرام ۳۶۰ ملی گرام) یا کچھ سونا کچھ چاندی اور نقدی و تجارت کا سامان جن کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہوتو ایسے مرد و عورت کو صاحب نصاب کہا جاتا ہے، اور سال گذرنے پر اسکے پورے مال کا چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد بطور زکوٰۃ دینا اس کے ذمہ فرض ہے۔

زکوٰۃ کے چند اہم مسائل:

اگر ادھار کی رقم نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو وصول ہونے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، اگر ادھار کی رقم وصول ہونے میں چند سال کا عرصہ گزر گیا تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا۔

اگر استاد غریب ہے نصاب کا مالک نہیں تو شاگرد کے لیے استاد کو زکوٰۃ دینا جائز بلکہ مستحق استاد کو زکوٰۃ دینے کا ثواب زیادہ ملے گا۔

مردے کے ایصال ثواب کے لیے زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں بلکہ دوسری حلال رقم زکوٰۃ کے علاوہ سے ایصال ثواب کرنا ہوگا۔

باپ اور بیٹا مل کر پیسہ کماتے ہیں اور پیسہ والد کے قبضہ میں ہے اور باپ ہی اس میں

سے تصرف کرتا ہے اور وہ رقم نصاب کے برابر ہے تو سال گزرنے کے بعد باپ کے لیے زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا بیٹے کے لیے نہیں۔

ماں، باپ، داد، دادی، نانا، نانی کو اسی طرح اپنی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا اور نواسی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

بچہ اگر صاحب نصاب ہے تو نابالغ ہونے کی وجہ سے اس کے مال وغیرہ پر زکوۃ واجب نہیں اور ولی کے لیے نابالغ کے مال سے زکوۃ ادا کرنا لازم نہیں ہوگا دوسری عبادات کی طرح بچہ پر زکوۃ بھی واجب نہیں۔

زکوۃ کی رقم سے مکانات بنا کر مستحق لوگوں میں تقسیم کرنے سے زکوۃ ادا ہوجائے گی البتہ مستحق لوگوں کو مکمل طور پر مالک بنا دینا ضروری ہے، مکان کا قبضہ بھی دیدیں رجسٹرڈ کرا کر کاغذات بھی ان کے حوالے کردیں تاکہ وہ اپنے اختیار سے جس قسم کا جائز تصرف کرنا چاہیں کرسکیں۔

جو رقم زکوۃ کی نیت کے بغیر ادا کی جائے اور جس کو دی جائے وہ خرچ بھی کرلے اب اگر اس مال کو زکوۃ میں شمار کیا جائے تو وہ درست نہیں اور زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

بھابھی، بھائی، بھتیجا، بہن اگر وہ نصاب کے مالک نہیں اور مستحق بھی ہیں اور ان کا کھانا پینا الگ ہو تو ان سب کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو زکوۃ دے تو یہ جائز نہیں ہے۔

اگر بیوی صاحب نصاب ہے تو خود بیوی کو زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے، شوہر پر ضروری نہیں۔

زکوۃ ایک مسلمان کے لئے فریضہ خداوندی اور عبادت ہے، انکم ٹیکس ادا کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی بلکہ زکوۃ کا الگ ادا کرنا فرض ہے۔